تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شعبۂ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۱۹ | ۲۵ جنوری ۱۹۸۲ء — ۲۸ ربیع الاول ۱۴۰۲ھ | شمارہ نمبر ۶

زرِ تعاون

اندرون ملک ——— بیس روپے

فی پرچہ ——— ایک روپیہ

بیرون ملک۔ بحری ڈاک۔ جملہ ممالک ۵ پونڈ

ہوائی ڈاک

ایشیائی ممالک ——— ۷ پونڈ

افریقی ممالک ——— ۸ پونڈ

یورپ و امریکہ ——— ۱۰ پونڈ

اداریہ

محمود الازہار ندوی

حکمتِ عملی

سابق امریکی صدر کارٹر نے کہا تھا کہ نشریات و پروپیگنڈہ پر ایک ڈالر، فوج اور اسلحہ پر دس ڈالر خرچ کرنے سے کہیں زیادہ مفید اور نتیجہ خیز ثابت ہوتا ہے۔

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ فوج اور اسلحہ کا دائرہ میدانِ جنگ یا وہ مقامات ہوتے ہیں جہاں طاقت کا استعمال کیا جاتا ہے، وہ نہ ان کروڑوں عوام کے ذہن بدل سکتے ہیں جو اسلحہ اور فوج کے ماتحت ہوتے ہیں یا دبے رہتے ہیں نہ ان کے تخیل و فکر میں کوئی فرق کر سکتے ہیں البتہ ظاہری طور پر رجحانات، خیالات اور مزاج کو دبا سکتے ہیں مگر پروپیگنڈہ اور نشر و اشاعت کے وسائل، لٹریچر، ریڈیو، ٹی، وی یہ سب مزاج، خیال اور فکر پر گہرا اثر ڈالتے ہیں اور انھیں بدلنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس قسم کے ادارے تقریباً ہر ملک کے پاس ہوتے ہیں اور وہ اندرون ملک و بیرون ملک اور اپنے اثر و نفوذ کی جگہوں پر بین الاقوامی اہمیت کے کردار انجام دیتے ہیں، ان ہی میں امریکہ کا سی، آئی، اے۔ روس کا، کے، جی، بی ہے، جن کا کام ہی یہ ہے کہ عالمی رائے عامہ کو بدل کر پیش کریں، حقائق کو مسخ کریں اور اپنی حکومت کی پالیسی یا اپنی حکومت کے مقاصد حاصل کرنے میں ممد و معاون بنتے رہیں اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قربانی اور پست سے پست وسائل اختیار کریں۔

پاکستان کے مشہور کثیر الاشاعت اخبار "جسارت" نے ایک سوڈانی جس کا نام سلیمان ہے کی داستان شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کے، جی، بی نے سلیمان پر کس طرح ڈورے ڈالے اور اپنے مفاد میں کام کرنے پر آمادہ کرنا چاہا مگر وہ ان کے جال میں نہ پھنسا جس کی قیمت بیوی بچوں سے محرومی کی شکل میں ادا کرنی پڑی۔ یہ ذہین اور بہترین کارکردگی کا مالک جب کے، جی، بی کا کارندہ نہ بن سکا تو وہ اپنے ملک سے بھی محروم ہو گیا اور سوڈانی حکام اسے واپس لینے کے لئے تیار نہیں ہوئے، وہ بمشکل سوئزرلینڈ میں پناہ حاصل کر سکا اور دنیا کے لئے سامان عبرت بنا ہوا ہے اس طرح معلوم نہیں کتنے خاندانوں کا کے، جی، بی نے شیرازہ بکھیرا بلکہ اس تنظیم نے کتنے ملکوں کو خانہ جنگی کے دہانہ پر لا کر کھڑا کر دیا اور وہ ممالک اندرونی طور پر دوسروں کے لئے سلیمان کی طرح عبرت کا سامان بنے ہوئے ہیں۔

اسرائیل کی جاسوسی تنظیم "موساد" اپنا دائرہ کار صرف دشمن یا مخالف کا نہ رکھتے ہوئے امریکہ کی بین الاقوامی جاسوسی تنظیم C.I.A کا کس طرح آلۂ کار بنی اور امریکہ اسکی حاصل کردہ معلومات کی وجہ سے منجملہ اور اسباب کے خصوصی نظر کس طرح کرنے پر مجبور ہوا اور یہودیوں نے کس طرح عربوں کو کمزور اور ناکارہ بنانے کے لئے عربوں کے حاصل کردہ اسلحے جو زیادہ تر روسی ساخت کے ہوتے اور اس کی طاقت کا اندازہ خود امریکیوں کو بھی نہ تھا اس تنظیم کے ذریعہ حاصل کر لیا، اور ۱۹۶۷ء کی جنگ میں کس طرح مصری فضائیہ کو مفلوج کر دیا۔

اسرائیل کا جاسوسی ادارہ "موساد" MOSSAD نے ایک عراقی پائیلٹ منیر ورقہ جو مذہباً عیسائی تھا کو ایک جاسوس ایجنٹ عورت کے ذریعہ اسرائیل سے سودا کر لیا اور اپنے اہل و عیال جو عراق میں رہتے تھے اور جس کی سرپرستی موساد کر رہا تھا علاج کے بہانہ انگلینڈ جانے کا ارادہ ظاہر کیا اور راستے ہی میں ایجنٹوں کے بیان کے مطابق انھیں اسرائیل میں اتار لیا گیا اور روس کا شہرۂ آفاق طیارہ مگ ۲۱ جو اس وقت بین الاقوامی طور پر اہمیت اختیار کر چکا تھا وہ اسرائیل کے توسط سے اگست ۱۹۶۶ء میں امریکہ کے تحقیقاتی ادارہ کے حوالہ کر دیا گیا اور منیر ورقہ اسرائیل کے کنٹرول میں پوری طرح ایک قیدی کے مانند رہنے لگا، کیونکہ اس سے قبل اسرائیلوں نے ایک مصری پائیلٹ محمود حلمی جو ۱۹۶۴ء میں روسی ساخت کا ایک تربیتی طیارہ لے کر پہونچ گیا تھا اور ان ہی ایجنٹوں کے وسائل سے بیونس آئرس کی ایک شہری ہوا بازی کے ادارہ میں ملازمت مل گئی تھی ایک موقع پر راز افشا کر بیٹھا اور کسی طرح وہ مصری سفارت خانے پہونچایا گیا اور وہاں سے ملک (مصر) بھیجدیا گیا جہاں اسے غداری کے جرم میں گولی سے اڑا دیا گیا۔

مذکورہ بالا تینوں ادارے C.I.A. - K.G.B. اور MOSSAD نے مسلمانوں کو کس طرح نقصان پہنچایا اور مسلم ممالک کا راز دشمنوں تک کیسے پہونچا اور ملک کے

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اس کا سالانہ چندہ مبلغ بیس روپے ارسال فرمائیے۔ اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی ہی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ Rs.23/75 کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

کتاب و سنت سے

پاکی و طہارت

مولانا سید عبد الحی حسنیؒ

آیت:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَی الْكَعْبَیْنِ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰی اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَیْدِیْكُمْ مِّنْهُ مَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیَجْعَلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَهِّرَكُمْ الخ (سورۂ مائدہ آیت ۶)

مومنو! جب تم نماز پڑھنے کا قصد کیا کرو تو منہ اور کہنیوں تک ہاتھ دھو لیا کرو اور سر کا مسح کر لیا کرو اور ٹخنوں تک پاؤں (دھو لیا کرو) اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو (نہا کر) پاک ہو جایا کرو، اور اگر بیمار ہو یا سفر میں ہو، یا کوئی تم میں سے بیت الخلاء سے آیا ہو یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمھیں پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی لو اور اس سے منہ اور ہاتھوں کا مسح (یعنی تیمم) کر لو، خدا تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمھیں پاک کرے، اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے دن میری امت کے لوگ بلائے جائیں گے تو وضو کے اثر سے ان کا چہرہ (وضو میں بھیگنے والے حصے) ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ تم میں جو شخص اپنی چمک کو بڑھا سکتا ہے بڑھا لے، (متفق علیہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تمھیں وہ چیز نہ بتا دوں جس سے اللہ تعالیٰ خطاؤں کو مٹاتا ہے اور درجات کو بلند کرتا ہے۔ صحابۂ کرام نے عرض کیا ہاں اللہ کے نبی کیوں نہیں، آپ نے فرمایا جب وضو کرنے میں تکلیف ہو رہی ہو) اچھی طرح وضو کرنا اور مسجد کی طرف چلنے میں قدموں کو زیادہ کرنا (یعنی مسجد جانے میں بہ سبب دوری جتنے زیادہ قدم پڑیں گے) ایک نماز سے فارغ ہونے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنا، یہی سرحد کی حفاظت ہے یہی سرحد کی حفاظت ہے۔

(یعنی جس طرح ملک کی حفاظت کے لئے سرحدوں پر پہرہ ضروری ہوتا ہے اسی طرح دین کی حفاظت کے لئے ان چیزوں کا اہتمام ضروری ہے)۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی سو کر اٹھے تو جب تک ہاتھوں کو دھو نہ لے برتن میں نہ ڈالے اس کو خبر نہیں کہ سوتے میں ہاتھ کہاں کہاں گیا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگایا پہلے تین مرتبہ اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھویا، غرغرہ کیا، پھر ناک میں پانی ڈالا اور ناک سینکا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین مرتبہ کہنیوں تک دایاں ہاتھ دھویا، پھر اسی طرح بایاں ہاتھ بھی دھویا، سر کا مسح کیا، ٹخنوں تک تین مرتبہ دایاں پاؤں دھویا، اس کے بعد اسی طرح بایاں پاؤں بھی دھویا، پھر فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اسی طرح وضو فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔ (متفق علیہ)

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سفر میں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، آپ نے وضو فرمایا میں جھکا کہ آپ کے خفین کو اتار دوں۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو میں نے ان کو پہنا تو وہ پاک تھے پھر ان دونوں پر مسح فرمایا۔ (متفق علیہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لئے (مسح کی مدت) تین دن تین رات بتایا ہے اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات۔ (مسلم)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو پہلے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اس کے بعد دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالتے اور شرمگاہ کو دھوتے، پھر وضو فرماتے، پھر پانی لے کر انگلیوں کو بال کی جڑوں میں داخل فرماتے (خلال فرماتے) اس کے بعد سر مبارک پر تین لپ پانی ڈالتے، پھر پورے جسم پر پانی ڈالتے اخیر میں دونوں پاؤں دھوتے، (متفق علیہ)

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں اپنے بالوں کو باندھتی ہوں کیا غسل جنابت کے وقت بالوں کو کھول دیا کروں۔؟ (ایک روایت میں حیض ہے) آپ نے فرمایا تمھارے لئے یہ کافی ہے کہ تین لپ سر پر پانی ڈال لو۔ (مسلم)

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مجھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت سے بھیجا، میں جنبی ہو گیا۔ غسل کے لئے پانی نہ ملا تو میں مٹی میں اس طرح لوٹا جیسے جانور کرتا ہے، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے اس کا ذکر کیا، آپ نے فرمایا تمہارے لئے یہ کافی تھا کہ زمین پر ہاتھ کو اس طرح مارتے، یہ فرما کر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر بائیں ہاتھ سے دائیں ہاتھ، دونوں ہتھیلیوں اور چہرۂ مبارک پر مسح فرمایا۔ (متفق علیہ)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمی سفر میں گئے۔ (راستہ میں) نماز کا وقت آگیا، ان دونوں کے پاس پانی نہیں تھا، دونوں نے پاک مٹی سے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر نماز کا وقت ختم ہونے سے قبل پانی مل گیا، ان میں سے ایک نے وضو اور نماز کو دہرایا، دوسرے نے نہیں دہرایا، اس کے بعد جب دونوں بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آپ سے اس کا ذکر کیا گیا، آپ نے اس شخص سے جس نے نماز نہیں دہرائی تھی فرمایا کہ تم نے مطابق سنت عمل کیا اور تمہاری نماز ہو گئی۔ اور دوسرے سے فرمایا، تمھیں دو مرتبہ اجر ملا، (ابوداؤد و نسائی)

غزل

حسرت بھٹکلی منگلور

پیامِ نورِ سحر لا الٰہ الا اللہ
جمالِ شمس و قمر، لا الٰہ الا اللہ

نہیں مقام کا پابند رہروِ توحید
قیام ہو کہ سفر، لا الٰہ الا اللہ

ہر ایک عقدۂ دشوار ہو گیا آساں
گرہ کشا ہے نظر، لا الٰہ الا اللہ

یہی ہے سیرتِ سرکارؐ میں سبق ہم کو
بنے مزاجِ بشر، لا الٰہ الا اللہ

نہیں ہے روشنی محدود اسکی محفل تک
چراغِ راہ گزر، لا الٰہ الا اللہ

اطاعتوں کے لئے وقت کا تعین کیا
ہوں ترے شام و سحر، لا الٰہ الا اللہ

فروغِ دہر سے کافر ہے یہ نظر ورنہ
مقامِ قلبِ بشر، لا الٰہ الا اللہ

نہیں ہے علم فلاطون کی کتابوں میں
کلیدِ علم و ہنر، لا الٰہ الا اللہ

ہوا ہے خرمنِ طاغوت جل کے خاکستر
نگاہِ حق ہے شرر، لا الٰہ الا اللہ

طلوعِ مہر میں توحید کے دلائل ہیں
بیاضِ حق ہے سحر، لا الٰہ الا اللہ

خلا نورد کو اس کی خبر نہیں حسرت
مقامِ اہلِ نظر لا الٰہ الا اللہ

وفادار اور باغیرت افراد جو ان اداروں کے جال میں نہ پھنس سکے تو ان کو کس طرح بے وطن کر دیا، یہ ایک تلخ حقیقت ہے۔

یمن کے دونوں حصوں کو بار بار ایک کرنے کی متحدہ کوشش کی جا چکی ہے اور جب راہ ہموار ہوتی نظر آتی ہے تو بین الاقوامی جاسوسی اداروں کے ایجنٹ کسی طرح حائل ہو جاتے ہیں اور خلیج کو وسیع کر دیتے ہیں۔ سابق شمالی یمن کے صدر کا قتل اسی طریق کار کا نتیجہ ہے۔

مسلم ممالک جو جنوب مشرقی ایشیا سے لے کر مغرب اقصیٰ تک پھیلے ہوئے ہیں وہ آبادی، رقبہ، محل وقوع، اور معدنی وسائل سے مالا مال ہونے ہوئے بھی کافر نسلوں کے زیر قرارداد پاس کرتے، آواز بلند کرتے ہیں مگر ان بین الاقوامی فراقوں کا سد باب نہیں کر پا رہے بلکہ ان بین الاقوامی تنظیموں کے خلاف کوئی قدم اٹھانے کی حالت میں نہیں ہیں اسلحہ بیرون ملک سے آتا ہے، ماہرین بیرون ملک کے ہوتے ہیں اور ان اہم مقامات کی نگرانی امریکن یا روسی ماہرین کرتے ہیں جو صرف اپنے اسلحہ کی نگرانی کرتے ہیں اور اس ملک کے پورے جغرافیہ سے واقفیت و معلومات حاصل کر کے خود ان کے خلاف فوجی اقدام کر دیتے ہیں۔

آجکل کی دنیا رازوں، سکریٹ سروس پر زندہ ہے جس طرح مسلم ممالک جدید طیارے، میزائیل، راکٹ اور ٹینک حاصل کرنے کے کوشاں ہیں ان کو اس میدان میں بھی عملی قدم اٹھانا چاہئے اسلحہ کا حصول اور مظاہرہ بظاہر دشمن کو مرعوب کرتا ہے، مگر میدان کو ہاتھ میں رکھنے، فاتحانہ پیشقدمی کرنے کے لئے کاغذی جنگ جو صرف ان اداروں کی کارکردگی کی بنیاد پر لڑی جا سکتی ہے اور وہی میدان جنگ میں بھی فیصلہ کرتی ہے مضبوط اور مستحکم اور بہتر صلاحیت کی مالک ہو، اور اپنے نظام کو دوسروں کی نظروں سے محفوظ رکھیں۔

مسلم ممالک کی اس میدان میں کارکردگی نہ ہونے کے برابر ہے اور وہ اب تک میدان جنگ میں ایمانی قوت شوق شہادت اور جذبۂ جہاد کے تحت اترے ہیں اور اس کو پایا ہے، مگر موجودہ استحکام و قوت اور پائیداری اسی کو حاصل ہے جنھوں نے دونوں طریق کار کو اپنایا اور اپنے گرد و پیش کے حالات سے باخبر رہنے کی پوری کوشش کی۔

مسلم ممالک اس طریقہ کار کو اپنا کر اس میدان میں اپنے کو مضبوط کر کے کوئی ناکام نہ کریں گے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ۱۴ سو سال قبل کے طریقہ کار کو اپنائیں گے چاہے جنگ بدر ہو یا احد، خندق ہو یا فتح مکہ، یا حنین ہو ان سب میں مقابلہ سے قبل کی حالت کا پورا جائزہ لیا جائے تو اس میں اسلحہ کی فراوانی نہیں نظر آئے گی بلکہ حکمت عملی کے ساتھ صحابۂ کرام کا جذبۂ جہاد اور شوق شہادت کے ساتھ مدمقابل کی پوری طاقت کا اندازہ اور اس کی کمزوریوں کی معلومات اور بعض اوقات ایسا طریقۂ کار جس سے مدمقابل میں خوف و ہراس پیدا ہو جائے ملے گا، اور انھوں نے انھیں عوامل سے کام لیا، جس کی واضح مثال غزوۂ خندق ہے اور تاریخ پر نظر رکھنے والے سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے بھی ہر میدان میں قوت و طاقت حاصل کرنے کا حکم دیا ہے، "واعدوا لهم ما استطعتم من قوة ورباط الخيل"۔ اور مسلمانوں نے خلفاء راشدین، بنی امیہ اور بنی عباس اور عثمانی ترکوں کے زمانہ میں اسی طریق کار سے کام لیا اور میدان میں اپنا پلہ بھاری رکھا انھوں نے اپنے ملک کی حفاظت ہی نہیں کی بلکہ دوسرے ملکوں میں فاتحانہ داخل ہوئے۔

بقیہ ص ۹

اتفاق کر لینا محال سمجھا جائے۔

اور قطعی الدلالۃ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو عبارت قرآن مجید میں اس حکم کے متعلق واقع ہو یا حدیث متواترہ سے ثابت ہوئی ہو، وہ اپنے مفہوم مراد کو صاف صاف ظاہر کرتی ہو، اس میں کسی قسم کی الجھن نہ ہو کہ جس میں کسی کی تاویل چل سکے۔ جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا فرض ہونا، چوری، شراب خوری اور سود کا حرام ہونا وغیرہ۔

بقیہ ص ۱۳

وہاں کی عوام کا مردہ ضمیر بیدار ہو گیا ہے، چنانچہ وہ اب خشک روٹی کے ساتھ ضمیر کی آزادی کا بھی حق مانگ رہے ہیں۔ اگر کیمونزم نظام کے انقلاب کے رہنماؤں اور بانیوں کو موجودہ درپیش اور پیچیدہ مسائل کا علم ہو جاتا کہ لوگ کچھ دنوں بعد ایک کتے کے مانند صرف خشک روٹی کے ایک ٹکڑے پر ہی اکتفا نہیں کریں گے، بلکہ ضمیر کی آزادی کی بھی مانگ کریں گے، تو شاید وہ انقلاب لانے میں اتنی عجلت سے کام نہ لیتے اور اپنے پیروکاروں کو بھی مرنے سے قبل کچھ مفید اور کارآمد مشورے دے جاتے تاکہ درپیش مسائل کا وہ حل نکال لیتے، لیکن انھوں نے جلدی کی جس کا نتیجہ سامنے ہے۔

سوداگر مکسچر کے اسپشلسٹ

عباس علاء الدین اینڈ کمپنی

Abbas Alauddin & Co.

WHOLESALE AND RETAIL TEA MERCHANTS.

اسپشل مکسچر	کپ برانڈ
اسپشل ممری	گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر	فلاور بی، او، پی
سوداگر مکسچر	سوپر ڈسٹ

44, Haji Building, S. V. Patel Road, Null Bazar, BOMBAY. 3.
Tele : Add. CUPKETTLE
Phone : SHOP: 862220
RESI: 898684

AA

۴۴۔ حاجی بلڈنگ، ایس، وی، پٹیل روڈ
نل بازار
بمبئی ۳

اسلامی مزاج و ماحول کی تشکیل و حفاظت میں

حدیث کا بنیادی کردار

(دوسری اور آخری قسط)

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

کتب حدیث و سیرت کی صحت و استناد اور ان کی جامعیت و اعتبار:

مولانا سید سلیمان ندویؒ اپنی بے نظیر کتاب "خطبات مدراس" میں لکھتے ہیں:۔

"جان ڈیون پورٹ صاحب ۱۸۷۹ء میں انگریزی میں سب سے زیادہ ہمدردانہ کتاب (APOLOGY FOR MOHAMMAD & THE QURAN) محمد (صلعم) اور قرآن سے معذرت) لکھی ہے، اس کتاب کو وہ ان الفاظ سے شروع کرتے ہیں:۔

"اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تمام مصنفین اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے کہ جس کے وقائع عمری محمدؐ کے وقائع عمری سے زیادہ تر مفصل اور سچے ہوں۔"[1]

ریونڈ باسورتھ اسمتھ (BOSWORTH SMITH) فیلو آف ٹرینٹی کالج آکسفورڈ نے ۱۸۷۴ء میں "محمد اینڈ محمڈنزم" کے نام سے رائل انسٹی ٹیوشن آف گریٹ برٹین میں جو لکچر دئے تھے اور جو کتاب کی صورت میں چھپے ہیں، ان میں ریونڈ موصوف نے نہایت خوبی سے کہا ہے:۔

"جو کچھ عام طور سے مذہب کی ابتدا نامعلوم ہونے کی نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور ان کے بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے، جن کو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہیں، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم، اور ان کی نسبت جنھوں نے ان کی مختتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں، شاید زیادہ جانتے ہیں، ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق اس سے کم جانتے ہیں، جو سولن اور سقراط کے متعلق جانتے ہیں، موسیٰ اور بودھ کے متعلق ان سے کم واقف ہیں، جو ہم ایمبریس (Ambrose) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم درحقیقت مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تیس برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے، جس نے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں، اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے، اور شاید اور بہت زیادہ کرے، ایک "آئیڈیل لائف" جو بہت دور بھی ہے، اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کا کتنا حصہ ہے، جو ہم جانتے ہی نہیں، ہم مسیحؑ کی ماں، مسیح کی خانگی زندگی، ان کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی شش کے مذہبی طلوع، یا ایک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے۔

لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلاپن اور راز نہیں ہے، ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمدؐ کے متعلق اس قدر جانتے ہیں، جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی، فرضی افسانے، اور مافوق الفطرت، واقعات ابتدائی عرب مصنفین میں نہیں، یا اگر ہیں تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جا سکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے، اور ہر ایک تک وہ پہنچ سکتی ہے۔[2]"

پھر صرف صحت و استناد کا معاملہ نہیں، کتب حدیث اتنی واضح، مفصل اور دقیق معلومات پر مشتمل ہیں، جن سے زیادہ کا تصور نہ انسانی عقل کر سکتی ہے، اور نہ انسانی تاریخ کے عظیم افراد کے (جس میں انبیاء و مرسلین بھی شامل ہیں) حالات و واقعات کے محفوظ رکھنے کی کوششوں کا طویل تجربہ اس کی تائید کرتا ہے، سیرت کی کتابوں سے قطع نظر صرف حدیث و شمائل کی کتابوں پر ایک سرسری نظر ڈال لینا ہمارے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے، قارئین صرف اپنی احادیث کا جائزہ لے کر دیکھیں جو کتب صحاح میں حجۃ الوداع کے متعلق آئی ہیں، ان کو ان میں ایسی جزئیات و تفصیلات ملیں ملیں گی، جن کی کسی قریبی شخصیت کے حالات و واقعات کے دفتر سے بھی توقع مشکل ہے، ان کو ان روایات سے معلوم ہوگا کہ کیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کے وقت خوشبو لگائی، اور کس نے لگائی، اور یہ کس قسم کی خوشبو تھی، اور کس طرح آپ نے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے قربانی کے جانور کو علامت کے طور پر کوچ کر لگایا، اس کی تفصیل اور جگہ کی تعیین کا بھی علم ہوگا کہ آپ کوہان کے دائیں جانب کوچ کر لگایا یا بائیں جانب، اور پھر کیسے خون پونچھا، اور یہ بھی معلوم ہوگا کہ کیسے آپ نے پھٹنا لگوایا[3] اور جسم مبارک کے کس حصہ پر لگوایا اور کہاں اور کس جگہ پر لگوایا، مدینہ اور مکہ کے درمیان کہاں ہیں لگے، یہ ساری معلومات اور اس طرح کی تمام تفصیلات و جزئیات آپ کو حاصل ہو سکتی ہیں حالانکہ اس زمانہ میں نہ بیاض رکھنے کا رواج تھا، نہ روزناموں اور ڈائری لکھنے کا معمول، لیکن کوئی بھی معمولی سے معمولی واقعہ ایسا نہیں جو راویوں سے رہ گیا ہو، یہاں تک کہ آپ کو اس سانپ کا قصہ بھی معلوم ہوگا جو اس بھرے مجمع میں نکلا اور بچ کر نکل گیا، مارا نہ جا سکا، آپ کو اس کا بھی علم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھ اس سفر میں سواری پر کس کو بٹھایا، اور اپنا ردیف بنایا[4] حلاق کا کیا نام تھا، آپ نے موئے مبارک کس طرح تقسیم فرمائے، کس کو دائیں حصے کے عنایت فرمائے، اور کس کو بائیں حصے کے، اس کے علاوہ عرفات و منیٰ میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خطبات و فرمودات اور وصیتیں جو بے کم و کاست محفوظ کی گئیں اور آپ کے اس حکم کے مطابق "الا فليبلغ الشاهد الغائب فرب مبلغ أوعى من سامع"[5] ان لوگوں تک بھی پہونچ گئیں، جو اس موقع پر موجود نہ تھے، اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

حدیث مسلمانوں کی مستند زندگی کے معیار و میزان کی حیثیت سے

حدیث نبویؐ ایک ایسی صحیح میزان ہے، جس میں ہر دور کے مصلحین و مجددین اس امت کے اعمال و عقائد، رجحانات و خیالات کو تول سکتے ہیں، اور امت کے طویل تاریخی و عالمی سفر میں پیش آنے والے تجربات و انحرافات سے واقف ہو سکتے ہیں، اخلاق و اعمال میں کامل اعتدال و توازن اسی وقت تک پیدا نہیں ہو سکتا جب تک قرآن و حدیث کو بیک وقت سامنے نہ رکھا جائے، اگر حدیث نبویؐ کا وہ ذخیرہ نہ ہوتا جو معتدل، کامل و متوازن زندگی کی صحیح نمائندگی کرتا ہے، اور وہ حکیمانہ نبویؐ تعلیمات نہ ہوتیں، اور یہ احکام نہ ہوتے، جن کی پابندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرہ سے کرائی تو یہ امت افراط و تفریط کا شکار ہو کر رہ جاتی، اور اس کا توازن برقرار نہ رہتا، اور وہ عملی مثال نہ موجود رہتی، جس کی اقتدا کرنے کی خدا تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں ترغیب دی ہے۔ "لَقَدْ كَانَ لَكُمْ

---

[1] کتاب مذکور مطبوعہ ۱۸۷۹ء [2] ص ۱۴، ۱۵ مطبوعہ ۱۸۸۹ء (ماخوذ از "خطبات مدراس" ص ۶۸، ۶۹)، [3] حدیث و فقہ کی اصطلاح میں اس کو "اشعار الهدی" کہتے ہیں۔ [4] عربی میں اسکو اہتمام کہتے ہیں۔ [5] صاحب "نسیم الریاض" نے ان خوش نصیب اصحاب کے نام بیان کئے ہیں، جن کو حجۃ نبوی میں یہ شرف حاصل ہوا ہے، ان کی تعداد ۱۴۰ بیان کی ہے، مشہور محدث ابن مندہ نے اس تعداد میں اضافہ کیا ہے۔ [6] جو شخص بھی مجمع کو توقع پر موجود ہے وہ میری ہدایات و اقوال کو ان لوگوں تک پہونچا دے جو موجود نہیں بالکل ممکن ہے کہ جس نے بالواسطہ سنا ہو وہ اس سے زیادہ ان کا سمجھنے اور یاد رکھنے والا ہو جو خود تو پر موجود تھا، اور بلاواسطہ سن رہا تھا۔

فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ" (الاحزاب ۲۱) "یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اسوۂ حسنہ ہے"، اور یہ فرما کر آپ کے اتباع کی دعوت دی، "قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ" سورہ آل عمران۔ ۳۱۔ (آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا)، یہ ایک ایسا عملی نمونہ ہے جس کی انسانوں کو ضرورت ہے، اور جس سے وہ زندگی اور قوت و اعتماد حاصل کر سکتا ہے، اور یہ اطمینان کر سکتا ہے کہ دینی احکام کا زندگی پر نفاذ نہ صرف آسان بلکہ ایک امر واقعہ ہے۔

حدیث، احتساب امت کا ایک طاقتور ذریعہ اور مصلحین و مجددین امت کی ایک تربیت گاہ

حدیث نبوی ؐ زندگی، قوت اور اثر انگیزی سے بھرپور ہے، اور ہمیشہ اصلاح و تجدید کا کام، فساد اور خرابیوں اور بدعتوں کے خلاف صف آرا، اور برسر جنگ ہونے اور معاشرہ کا احتساب کرنے پر ابھارتی رہی ہے، اور اس کے اثر سے ہر دور اور ہر ملک میں ایسے افراد پیدا ہوتے رہے جنھوں نے اصلاح و تجدید کا جھنڈا بلند کیا، کفن بردوش ہو کر میدان میں آئے اور بدعتوں اور خرافات اور جاہلی عادتوں سے کھلی جنگ کی، اور دین خالص، اور صحیح اسلام کی دعوت دی، اسی لئے حدیث نبوی ؐ امت اسلامیہ کے لئے ایک ناگزیر حقیقت اور اس کے وجود کے لئے ایک لازمی شرط ہے، اس کی حفاظت، ترتیب و تدوین، حفظ اور نشر و اشاعت کے بغیر امت کا یہ دینی و ذہنی، عملی و اخلاقی دوام و تسلسل برقرار نہیں رہ سکتا تھا۔

سنت نبوی ؐ اور حدیث نبوی ؐ کے مجموعے ہمیشہ اصلاح و تجدید اور امت اسلامیہ میں صحیح اسلامی فکر کا سرچشمہ رہے ہیں، انھیں سے اصلاح کا بیڑا اٹھانے والوں نے تاریخ کے مختلف دوروں میں صحیح علم دین اور خالص فکر اسلامی اخذ کیا، انھیں احادیث سے انھوں نے استدلال کیا اور دین و اصلاح کی دعوت میں وہی ان کی سند اور ان کا ہتھیار اور سپر تھی، بدعتوں، فتنوں اور شر و فساد سے جنگ و مقابلہ کے معاملہ میں وہی قوت محرکہ و داعیہ تھی، آج جو بھی مسلمانوں کو دین خالص اور اسلام کامل کی طرف آنے کی پھر دعوت دینا چاہتا ہے، اور ان کے اور نبوی زندگی اور کامل اسوہ کے درمیان تعلق استوار کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، اور جس کو بھی ضرورت اور زمانہ کے تغیرات، نئے احکام کے استنباط کرنے پر مجبور کرتے ہیں، وہ اس سرچشمہ سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

تاریخ کی معتبر شہادت اور اصلاح و تجدید کی تحریکوں میں حدیث و سنت کا بنیادی حصہ

اس حقیقت پر اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ شاہد ہے کہ جب حدیث و سنت کی کتابوں سے مسلمانوں کے تعلق اور واقفیت میں کمی آئی، اور طویل مدت تک یہ کمی باقی رہی تو داعیوں اور اخلاق کی تربیت، نفوس کا تزکیہ کرنے والے روحانی مربیوں کی کثرت، دنیا میں زہد اختیار کرنے اور کسی حد تک سنت پر عمل کرنے کے باوجود اس مسلم معاشرہ میں جو علوم اسلامیہ کے ماہرین اور فلسفہ و حکمت کے اساتذۂ فن اور ادباء و شعراء سے مالا مال تھا، اور اسلام کے قوت و غلبہ اور مسلمانوں کی حکمرانی میں زندگی گذار رہا تھا، نت نئی بدعتوں، عجمی رسم و رواج، اور اجنبی ماحول کے اثرات نے اپنا تسلط قائم کر دیا، یہاں تک کہ اندیشہ ہونے لگا کہ وہ جاہلی معاشرہ کا دوسرا ایڈیشن اور اس کا مکمل عکس بن جائے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی اور حدیث حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔ "لتتبعن سنن من کان قبلکم شبراً بشبر و ذراعاً بذراع" مستدرک حاکم۔ (تم پچھلی امتوں کے راستوں پر قدم بقدم چلوگے) اس وقت اصلاح کی آواز خاموش اور علم کا چراغ ٹمٹمانے لگا۔

دسویں صدی ہجری میں ہندوستان کے دینی حالات اور مسلمانوں کی زندگی کا جائزہ لیجئے، جب کہ برصغیر ہند کے علمی و دینی حلقوں کا حدیث شریف اور سنت کے صحیح ماخذ و مراجع سے تعلق تقریباً منقطع ہو گیا تھا، علم دین کے مراکز، اور حجاز و یمن، مصر و شام کے ان مدارس سے جہاں حدیث شریف کا درس ہوتا تھا، کوئی رابطہ نہ تھا، اور کتب فقہ، اصول اور ان کی شروح اور فقہی باریکیوں اور موشگافیوں اور حکمت و فلسفہ کی کتابوں کا عام چلن تھا، بآسانی دیکھا جا سکتا ہے، کہ کس طرح بدعتوں کا دور دورہ تھا، منکرات عام ہو گئے تھے، اور عبادتوں اور تقرب الی اللہ کی کتنی نئی شکلیں اور نئے طریقے ایجاد کر لئے گئے تھے۔

راقم الحروف نے "تاریخ دعوت و عزیمت" کے حصہ چہارم میں دسویں صدی ہجری کے ایک مشہور و مقبول شیخ طریقت شیخ محمد غوث گوالیاری ؒ کی کتاب "جواہر خمسہ" کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:-

"گجرات کو مستثنیٰ کر کے جہاں علمائے عرب کی تشریف آوری، اور حرمین شریفین کی آمد و رفت کی وجہ سے حدیث کی اشاعت ہو چکی تھی، اور علامہ علی متقی برہان پوری، اور ان کے نامور شاگرد علامہ محمد طاہر پٹنی پیدا ہوئے تھے (دسویں صدی ہجری میں) ہندوستان صحاح ستہ، اور ان مصنفین کی کتابوں سے ناآشنا تھا، جنھوں نے نقد حدیث اور رد بدعت کا کام کیا، اور سنت صحیحہ اور احادیث ثابتہ کی روشنی میں زندگی کا نظام العمل پیش کیا، ہندوستان کے ان مقامی روحانی فلسفوں اور تجربوں کا اثر اپنے زمانہ کے مشہور و مقبول شطاری بزرگ شیخ محمد غوث گوالیاری ؒ کی مقبول کتاب "جواہر خمسہ" میں دیکھا جا سکتا ہے، جس کی بنیاد زیادہ تر بزرگوں کے اقوال اور اپنے تجربات پر ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صحیح احادیث کے ثابت ہونے یا معتبر کتب شمائل و سیر سے اخذ کرنے کو ضروری نہیں سمجھا گیا، اس میں نماز احزاب، صلوٰۃ العاشقین، نماز تنویر البقر اور مختلف مہینوں کی مخصوص نمازیں اور دعائیں ہیں، جن کا حدیث و سنت سے کوئی ثبوت نہیں ہے۔" (تاریخ دعوت و عزیمت حصہ چہارم ص ۲۴۲)

یہ صرف "جواہر خمسہ" کی خصوصیت نہیں، بزرگوں کے ملفوظات کے غیر مستند مجموعوں میں اس کی متعدد مثالیں مل سکتی ہیں، مشائخ کے لئے سجدۂ تعظیمی کا عام رواج تھا، قبروں کو کھلے طریقہ پر سجدہ گاہ بنا لیا گیا تھا، ان پر چراغ جلائے جاتے تھے، چادریں چڑھائی جاتی تھیں، انکے گرد و پیش کا ادب حرم مکی کی طرح کیا جاتا تھا، عرس و فاتحہ کے نام سے طرح طرح کے جشن منائے جاتے تھے جن میں بہت بڑی تعداد عورتوں کی ہوتی تھی، صلوٰۃ غوثیہ، صلوٰۃ معکوس، نذر لغیر اللہ، اولیاء و صلحاء کے نام پر، اور ان کی رضامندی کی نیت سے ذبح و قربانی، غیر اللہ کے نام پر روزہ، اور ایسی کتنی بدعات (جن کے حدود شرک سے مل جاتے تھے) مقبول خاص و عام تھیں، اولیاء و صالحین کے ایام پیدائش و وفات پر جلسے کئے جاتے تھے، اور میلے لگتے تھے۔

یہ صورت حال تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں امام ربانی حضرت شیخ احمد بن عبد الاحد سرہندی مجدد الف ثانی ؒ (م ۱۰۳۴ھ) جیسے ربانی علماء اور ائمہ مصلحین پیدا فرمائے[1] جنھوں نے شعائر شرک، اور غیر اسلامی ہندی رسم و رواج کا شدت سے مقابلہ کیا، بدعت حسنہ کی مطلقاً تردید کی، وحدۃ الوجود پر سخت نکیر کی، سنت پر عمل، اور بدعت سے کھلی ہوئی جنگ کی دعوت دی، اور ایک موقعہ پر وہ تاریخی الفاظ تحریر فرمائے جو اس قابل ہیں کہ ان کو بار بار نقل کیا جائے:-

مخدوما، فقیر را تاب استماع امثال ایں سخناں نیست، بے اختیار رگ فاروقیم در حرکت می آید و فرصت تاویل و توجیہ آں نمی دہد، قائل آں سخناں شیخ کبیر یمنی باشد یا شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی علیہ و علی آلہ الصلاۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدر الدین قونوی و عبد الرزاق کاشی، مارا بنص کار است نہ بفص، "فتوحات مدینہ" از "فتوحات مکیہ" مستغنی

مخدوما! فقیر کو ایسی باتوں کے سننے کی تاب نہیں، بے اختیار میری رگ فاروقی حرکت میں آجاتی ہے اور تاویل و توجیہ کا موقعہ نہیں دیتی، ایسی باتوں کے قائل شیخ کبیر یمنی ہوں یا شیخ اکبر شامی، ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کی ضرورت ہے نہ کہ محی الدین بن عربی، صدر الدین قونوی، عبد الرزاق کاشی کے کلام کی، ہمیں نصوص کی ضرورت ہے نہ کہ فصوص[2] کی، فتوحات مدینہ نے ہمیں فتوحات مکیہ[3]

۱ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو راقم کی کتاب تاریخ دعوت و عزیمت حصہ ۴ باب پنجم ص ۲۳۹-۲۵۳ ۲ ابن عربی کی مشہور کتاب "فصوص الحکم" کیطرف اشارہ ہے ۳ ابن عربی کی دوسری مشہور کتاب "الفتوحات المکیۃ" کی طرف اشارہ ہے۔

سے بے نیاز کر دیا ہے۔ ساختہ است[1]

ان ہی کے معاصر محدث جلیل شیخ عبد الحق (ابن سیف الدین بخاری) دہلوی (م ۱۰۵۲ھ) نے ہندوستان میں حدیث شریف کی نشر و اشاعت، اور اس کی شرح و تدریس میں اپنی ساری کوششیں صرف کیں[2] ان دونوں کے بعد حکیم الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی ؒ (م ۱۱۷۶ھ) اور انکے مشہور اور نادرۂ روزگار فرزندوں نے قرآن و حدیث کی تعلیم، صحیح اسلامی عقائد کے بیان، اور دین خالص کی دعوت کی ذمہ داری سنبھالی، اور صحاح ستہ کی تدریس، نشر و اشاعت، اور تعلیمی نصاب میں ان کو نمایاں جگہ دینے کے سلسلہ میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، یہاں تک کہ مرکز اسلام سے ہزاروں میل دور اس عجمی ملک میں حدیث کا بازار ایسا گرم ہوا، اور یہ علاقہ طالبان علوم حدیث کا ایسا مرکز و مرجع بن گیا کہ دور دراز کے ممالک اور خود بلاد عربیہ سے علم حدیث کے شائقین و طالبین نے یہاں آکر فن حدیث کی تحصیل و تکمیل کی[3]

تیرہویں صدی کے پورے عالم اسلام میں اصلاح و تجدید کی سب سے زیادہ طاقتور اور مؤثر تحریکیں ہندوستان میں ظہور پذیر ہوئیں، قارئین کے لئے صرف حضرت سید احمد شہید ؒ اور مولانا اسماعیل شہید ؒ کی ہمہ گیر اصلاحی تحریک[4] کا مطالعہ کافی ہوگا جس نے اس ملک کو ایک نئے ملک، اور اس قوم کو ایک نئی قوم میں تبدیل کر دیا، اور جس کی بدولت ایمان و حمیت اسلامی جوش و ولولۂ جہاد، دین حنیف، اور صحیح اسلامی عقائد کی دعوت کی ایسی تیز جاں فزا اور روح پرور ہوائیں چلیں، جن سے قرون اولیٰ، اور عہد صحابہ ؓ کی یاد تازہ ہو گئی، دین خالص کی اس دعوت اور اصلاحی تحریک نے کتنی ہی مردہ سنتوں کو زندہ کیا، اور کتنی بدعات و خرافات اور جاہلی عادات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جو مسلم معاشرہ اور مسلمانوں کی طبیعتوں میں رچ بس گئی تھیں، ان کے بعد ان کے خلفاء، اور ان کے خلفاء کے خلفاء نے یہ سلسلہ جاری رکھا[5] یہ سب کچھ سنت کے اثر، اور حدیث نبوی ؐ کی نشر و اشاعت کے طفیل ہوا، پورے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے، کہ اگر علمائے اسلام کی دسترس میں کتب حدیث نہ ہوتیں اور سنتوں و بدعتوں میں تفریق و امتیاز کا یہ معتبر و سہل ذریعہ نہ ہوتا تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ (۷۲۸ھ) کے عہد سے شیخ الاسلام محمد بن عبد الوہاب (م ۱۲۰۶ھ) کے عہد تک مصلحین امت، اور دین خالص کے مبلغین کا یہ سلسلہ وجود میں نہ آتا، مصلحین روزگار اور تصحیح عقائد و اصلاح رسوم کے علمبردار نظر نہ آتے، جن میں سے چند کے (بطور مثال) نام پیش کئے جاتے ہیں، علامہ محمد بن علی شوکانی (م ۱۲۵۵ھ) امیر محمد بن اسماعیل صنعانی (م ۱۱۸۲ھ) احمد بن عبد اللہ بن ادریس حسنی (م ۱۲۹۳ھ) مولانا عبد اللہ غزنوی امرتسری (شیخ محمد اعظم کابلی م ۱۲۹۸ھ) مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادی ؒ (م ۱۲۸۹ھ) مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ پنجاب) (م ۱۲۹۱ھ) مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ (م ۱۳۲۳ھ) مولانا حسین علی ساکن واں بھچراں ضلع میاں والی (م ۱۳۶۳ھ)[6] مولانا اشرف علی تھانوی ؒ (م ۱۳۶۲ھ) جن کے نام اور کام سے پچھلی اسلامی تاریخ منور و معطر ہے۔

اسی شب و روز کے اشتغال بالحدیث اور اس کو زندگی کے مسائل میں حکم اور قول فیصل ماننے کا نتیجہ تھا کہ حضرت شاہ محمد اسحاق ؒ بن محمد افضل دہلوی۔ متوفی ۱۲۶۲ھ) نے جو حضرت شاہ عبد العزیز ؒ کے نواسے اور درس و تدریس حدیث میں ان کے جانشین برحق تھے، ۱۲۵۵ھ میں ایک طالب حق رئیس (محمد زماں خاں صاحب رئیس بھیکم پور علی گڑھ) کے استفسارات کے جواب میں "مسائل اربعین فی بیان سنۃ سید المرسلین" کے نام سے فارسی میں ایک رسالہ تالیف فرمایا[7] جس میں شادی و غمی کی ہندوانہ رسوم اور بدعات مروجہ (جو ہندوستان کی وجہ زیادہ تر تقریبات سے تعلق رکھتی ہیں) واضح اور فیصلہ کن انداز میں تردید فرمائی گئی ہے، اس کتاب سے اسی وقت کے ہندوستانی مسلم معاشرہ کو بڑا فائدہ پہنچا اور بہت سے خاندانوں نے اس کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنا لیا اور تقریبات شادی و غمی کے موقع پر سنت و شریعت کے احکام کی پابندی اختیار کی۔

اس سے پیشتر مولانا محمد اسماعیل شہید ؒ نے "ایضاح الحق الصریح فی احکام المیت والضریح" کے نام سے ایک رسالہ تالیف فرمایا تھا جو سنت و بدعت کی علمی تعریف و تشریح کے موضوع پر بہترین رسائل و کتب میں شمار ہونے کے قابل ہے، لیکن اس کا طرز محققانہ عالمانہ اور اصولی ہے اور اس سے اونچے پائے کے اہل علم ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں "مسائل اربعین" زیادہ عام فہم ہے اور اس کا تعلق ان بدعات و رسوم سے ہے جو اس وقت کے مسلم معاشرے میں عام تھیں اور روزمرہ کی زندگی میں داخل ہو چکی تھیں۔

یہی حال دوسرے عرب ممالک عراق، شام، مصر، تونس، الجزائر، و مراکش، اور عجمی ممالک افغانستان اور ترکستان وغیرہ کا ہے۔

دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں افغانستان (کابل و ہرات و غزنی) کے علماء کے حالات پڑھئے، اور ان کی تصنیفات دیکھئے، حمایت سنت، و رد بدعت، علمی تحقیق اور مسائل کی تنقیح کا رنگ بہت کم نظر آئے گا، دفعۃً علامہ ملا علی قاری (علی بن سلطان محمد ہروی (م ۱۰۱۴ھ) کی شخصیت سامنے آتی ہے، جنھوں نے حجاز جا کر وہاں کے محدثین عظام اور اساتذۂ کبار سے کتب حدیث کا درس لیا، اور اس میں کمال پیدا کیا، کتب حدیث و فقہ کی شرح، مسائل کی ترجیح اور اپنے زمانہ کی بعض بدعات کی بلا رو رعایت تردید میں ان کا یہ مصلحانہ و محققانہ رنگ صاف جھلکتا ہے، ان کو ان کے مطالعہ و تحقیق اور حق گوئی اور انصاف پسندی نے اس مقام تک پہنچا دیا کہ انھوں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی حمایت کی، اور اس کی شہادت دی کہ وہ اکابر اہل سنت و جماعت اور اولیائے امت میں سے تھے[8] عراق میں علامہ شہاب الدین السید محمود الآلوسی بغدادی (م ۱۲۷۰ھ) صاحب تفسیر روح المعانی" اور ان کے پوتے محمود شکری بن عبد اللہ بن شہاب الدین آلوسی (م ۱۳۴۲ھ) کا رنگ اپنے عہد کے علمائے عراق میں اسی درس و مطالعۂ حدیث کے اثر سے بالکل مختلف و ممتاز نظر آتا ہے، شام میں علامہ جمال الدین القاسمی (۱۲۸۳ - ۱۳۳۲ھ) مصنف "قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث" و "تفسیر قاسمی" (۱۲-۱) کے اصلاحی رنگ کا اندازہ "اصلاح المساجد من البدع والعوائد" سے ہو سکتا ہے، وہ اپنے ہم عصر و ہم وطن علماء میں (جن کا تمام تر اشتغال فقہ و علوم حکمت، و ادب و تاریخ سے تھا) ممتاز نظر آتے ہیں، مصر میں جامع ازہر اور علمائے کبار کی موجودگی میں (جن کا علم حدیث سے اشتغال بہت کم رہ گیا تھا[9] بدعات کا عام شیوع تھا، مجلس میلاد، مولد حسین ؓ، مجالس تعزیت و خاتم خوانی (ماتم) اور صوفیہ و مشائخ کے حلقوں میں بیسیوں منکرات رائج تھے اور بیشتر علماء سکوت سے کام لیتے تھے، لیکن حدیث کے اثر اور سنت کی قوت تسخیر نے مصر کے ایک عالم اور ازہر کے ایک استاد شیخ محمود خطاب سبکی[10] کو پیدا کیا (۱۲۷۴ - ۱۳۵۲ھ) جنھوں نے مصر میں علم اصلاح بلند کیا، بدعات و منکرات کی تردید کا منظم کام شروع کیا، اور اس مقصد کے لئے ۱۳۳۱ھ میں ایک جمعیت قائم کی جس کا نام "الجمعیۃ الشرعیۃ لتعاون العاملین بالکتاب والسنۃ المحمدیۃ" تھا، واعظ اور مبلغ تیار کئے، جنھوں نے مصر کے قصبات اور دیہاتوں کا دورہ کیا، مصر کی مساجد سے ان بدعات اور نئی نئی باتوں کو خارج کیا جو مساجد کا ایک لازمہ بن گئی تھیں اور سنت کے مطابق عبادات و فرائض کو ادا کرنے کا رواج عام کیا[11] خود ہندوستان میں علمائے فرنگی محل میں (جن کا علمی تبحر مسلّم ہے، اور جن کا ترتیب دیا ہوا نصاب ہندوستان، افغانستان و ترکستان میں آج تک مقبول و رائج ہے) فخر المتاخرین مولانا عبد الحی فرنگی محلی ؒ (م ۱۳۰۴ھ) کا (رسوم مروجہ اور بدعات کے بارے میں) رنگ الگ نظر آتا ہے، جس کے نمونے ان کے فتاوے میں دیکھے جا سکتے ہیں، اور یہ ان کے اشتغال بالحدیث اور تدریس و خدمت کتب حدیث کا نتیجہ ہے، وہ خود تحدیث بالنعمۃ کے طور پر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ایک بڑا انعام تھا کہ اس نے مجھے فن حدیث و فقہ حدیث کی طرف خصوصی توجہ کی توفیق عطا فرمائی[12]

۱ مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۱۰۰، ج ۱ ص ۱۲۲ مطبوعہ نولکشور کان پور ۱۹۰۶ء ۲ ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" ج ۵ یا "حیات شیخ عبد الحق محدث دہلوی" از پروفیسر خلیق احمد نظامی ۳ ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" ج ۶، ۷ ۴ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو مؤلف کی تصنیفات "سیرت سید احمد شہید ؒ" ۲-۱ "جب ایمان کی بہار آئی" یا رسالہ "تحقیق و انصاف کی عدالت میں ایک مظلوم مصلح کا مقدمہ" اور غلام رسول مہر کی تصنیف "سید احمد شہید" ۵ ملاحظہ ہو راقم کی کتاب "کاروان ایمان و عزیمت" شائع کردہ سید احمد اکیڈمی، لاہور۔ ۶ مذکورہ بالاحضرات کے حالات و خدمات کے لئے ملاحظہ ہو "نزہۃ الخواطر" ج ۷، ۸ ۷ یہ رسالہ ۵۰ صفحات پر مشتمل ہے اور پہلی مرتبہ ۱۲۸۰ھ میں مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوا۔ اس میں ۴۰ رسوم مروجہ کے بارے میں حکم شرعی بیان کیا گیا ہے۔ ۸ مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۳ ص ۲۴، ۹ علامہ رشید رضا مصری نے مفتاح کنوز السنۃ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ دسویں صدی ہجری کے بعد مصر و شام و عراق میں علم حدیث میں بڑا انحطاط آگیا تھا، اور چودہویں صدی ہجری میں تو یہ انحطاط اپنے آخری درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ (مقدمہ مفتاح کنوز السنۃ) ۱۰ حالات کے لئے ملاحظہ ہو "مذکرات سائح فی الشرق العربی" (ص ۲۵-۲۳) ۱۱ راقم نے اپنے سفر مصر ۱۹۵۱ء میں ان کی کوششوں کے اثرات دیکھے، اور ان کے تربیت یافتہ احباب، اور خود ان کے صاحبزادہ شیخ امین خطاب سے ملاقات کی (ملاحظہ ہو "شرق اوسط کی ڈائری") ۱۲ النافع الکبیر ص ۱۵۴۔

امت میں دینی ذوق اور اسلامی مزاج کا تسلسل وتوارث

حدیث وسنت کی بدولت حیات ملیہ کا امتداد وتسلسل اس وقت تک باقی رہا، اور امت کو اپنے ہر دور میں وہ روحانی، ذوقی، علمی وایمانی میراث ملتی رہی جو صحابہ کرامؓ کو براہ راست حاصل ہوئی تھی، اس طرح صرف عقائد واحکام ہی میں "توارث" کا سلسلہ جاری نہیں رہا، بلکہ ذوق ومزاج میں بھی توارث کا سلسلہ جاری رہا، حدیث کے اثر سے عہد صحابہ کا "مزاج و مذاق" ایک نسل سے دوسری نسل، اور ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ تک منتقل ہوتا رہا، اور امت کی طویل تاریخ میں کوئی مختصر سے مختصر عہد ایسا نہیں آنے پایا، جب وہ "مزاج ومذاق" یکسر ناپید اور معدوم ہوگیا ہو، ہر دور میں ایسے افراد رہے، جو صحابہ کرامؓ کے مزاج ومذاق کے حامل کہے جاسکتے ہیں، وہی عبادت کا ذوق، وہی تقویٰ وخشیت، وہی استقامت وعزیمت، وہی تواضع واحتساب نفس، وہی شوق آخرت، وہی دنیا سے بے رغبتی، وہی جذبۂ امر بالمعروف ونہی عن المنکر، وہی بدعات سے نفرت، اور جذبۂ اتباع سنت، جو حدیث کے مطالعہ وشغف کا نتیجہ ہے، یا ان لوگوں کی صحبت وتربیت کا فیض ہے، جنھوں نے اس مشکوٰۃ نبوت سے روشنی حاصل کی ہو، اور اس میراث نبوی سے حصہ پایا ہو، امت کا یہ ذہنی ومزاجی توارث قرن اول سے اس چودھویں صدی ہجری کے عہد انحطاط ومادیت تک برابر قائم ہے۔

جب تک حدیث کا یہ ذخیرہ باقی، اس سے استفادہ کا سلسلہ جاری، اور اس کے ذریعہ سے عہد صحابہ کا ماحول محفوظ ہے، دین کا یہ صحیح مزاج ومذاق جس میں آخرت کا خیال دنیا پر، سنت کا اثر رسم ورواج پر، روحانیت کا اثر مادیت پر غالب ہے، باقی رہے گا، اور کبھی اس امت کو دنیا پرستی، سرتاپا مادیت، انکار آخرت، اور بدعات وتحریفات کا پورے طور پر شکار نہیں ہونے دیگا، بلکہ اس کے اثر سے ہمیشہ اس امت میں اصلاحی وتجدیدی تحریکیں اور دعوتیں اٹھتی رہیں گی، اور کوئی نہ کوئی جماعت حق کی علمبردار اور سنت وشریعت کے فروغ کے لئے کفن بردوش رہے گی، جو لوگ امت کو زندگی، ہدایت اور قوت کے اس سرچشمہ سے محروم کرنا چاہتے ہیں، اور اس میں اس ذخیرہ کی طرف سے بے اعتمادی اور شک وارتیاب پیدا کرنا چاہتے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ وہ امت کو کیا نقصان پہونچا رہے ہیں، اور اس کو کس عظیم سرمایہ اور کتنی بڑی دولت سے محروم کر رہے ہیں، وہ نہیں جانتے کہ وہ اس امت کو اسی طرح سے "محروم الارث"، "منقطع الاصل" اور آوارہ کر دینا چاہتے ہیں، جس طرح یہود اور عیسائیت کے دشمنوں، یا حوادث روزگار نے ان عظیم مذاہب کو کر دیا، اگر وہ سوچ سمجھ کر ایسا کر رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر اس امت اور اس دین کا دشمن کوئی نہیں ہوسکتا، اس لئے اگر پھر اس "مزاج ومذاق" کو دوبارہ پیدا کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں جو صحابہ کرامؓ کا امتیاز تھا، اور جو یا تو کامل طور پر براہ راست صحبت نبویؐ سے پیدا ہوسکتا ہے یا بالواسطہ حدیث کے ذریعہ جو اس عہد کا جیتا جاگتا مرقع اور حیات نبویؐ کا بولتا چالتا روزنامچہ ہے، اور جس میں عہد نبویؐ کی کیفیات بسی ہوئی ہیں۔

انکار حدیث کے نئے محرکات وعوامل

مغربی نومسلم فاضل محمد اسد (LEOPOLD WEISS) نے سنت سے دامن چھڑانے اور حدیث کا انکار کرنے کا حقیقی سبب (جس کے داعی اس دور میں پھر اُس کا بیڑا اٹھا رہے ہیں) نئی نسل کی نفسیات اور مغربی تہذیب کے غلبہ اور طاقت سے مکمل واقفیت کی روشنی میں بیان کیا ہے کہ مغربی تہذیب کی قدروں اور پیمانوں، اور اس کے طرز زندگی اور فیشن اور سنت نبویؐ میں کبھی گٹھ جوڑ نہیں ہوسکتا، اور اس زندگی کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم سے گہری محبت، اور آپ کی ذات پر مکمل اعتماد اور سنت کے مراجع اور مآخذ پر پورے یقین اور اطمینان پر مبنی ہو، مغربی تہذیب کی تعلیم وتقدیس اور اس کو علم انسانی کی آخری دریافت سمجھنے کے تصور کے ساتھ جمع نہیں کیا جاسکتا، غالباً بعض اسلامی ممالک کے حکام اور سیاسی لیڈران کے سنت پر حملہ اور انکار حدیث کا یہی سبب ہے، محمد اسد لکھتے ہیں:۔

"آج جب کہ اسلامی ممالک میں مغربی تہذیب کا اثر ونفوذ بہت بڑھ چکا ہے، ہم اُن لوگوں کے تعجب انگیز رویہ میں جن کو "روشن خیال مسلمان" کہا جاتا ہے، ایک اور سبب پاتے ہیں، وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتوں پر عمل کرنا اور زندگی میں مغربی تہذیب کو اختیار کرنا ناممکن ہے، پھر موجودہ مسلمان نسل اس کے لئے تیار ہے کہ ہر مغربی چیز کو عزت کی نگاہ سے دیکھے، اور باہر سے آنے والے ہر تمدن کی اس لئے پرستش کرے کہ وہ باہر سے آیا ہے، اور طاقتور اور چمکدار ہے، مادی اعتبار سے یہ افرنگ پرستی ہی اس واقعہ کا سب سے بڑا سبب ہے کہ آج احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت کا پورا نظام رواج نہیں پا رہا ہے، سنت نبویؐ ان تمام سیاسی انکار کی کھلی اور سخت تردید کرتی ہے، جن پر مغربی تمدن کی عمارت کھڑی ہے، اس لئے وہ لوگ جن کی نگاہیں کو مغربی تہذیب وتمدن خیرہ کر چکا ہے، وہ اس شکل سے اپنے کو اس طرح نکالتے ہیں کہ حدیث وسنت کا بالکلیہ یہ کہہ کر انکار کر دیں کہ سنت نبویؐ کا اتباع مسلمانوں پر ضروری نہیں، کیونکہ اس کی بنیاد ان احادیث پر ہے، جو قابل اعتبار نہیں ہیں، اور اس مختصر عدالتی فیصلہ کے بعد قرآن کریم کی تعلیمات کی تحریف کرنا اور مغربی تہذیب وتمدن کی روح سے انھیں ہم آہنگ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے"[1]

جو لوگ یہ کوشش کر رہے ہیں کہ امت اسلامیہ کو اس حیات بخش اور ہدایت وقوت عطا کرنے والے صاف وشفاف سرچشمہ سے (حدیث کے حجت ہونے، اور اس کی قدر ومنزلت میں شکوک اور شبہات پیدا کرنے کے ذریعہ) محروم کر دیں اور اس پر سے امت کا اعتماد اٹھ جائے، وہ اس عظیم نقصان سے شاید ناواقف ہیں، جو اس امت کو پہنچا رہے ہیں، وہ شاید نہیں جانتے کہ اپنی اس نامحمود کوشش سے وہ اس امت کو اپنی میراث سے محروم، اپنے آغاز سے بے تعلق، اپنی اصل سے سرگشتہ وحیران بنا رہے ہیں، اور وہ معاملہ کر رہے ہیں، جو یہودیت ومسیحیت کے دشمنوں نے بالقصد یا زمانہ کے ان مذاہب کے ساتھ کیا، اگر وہ باہوش وحواس یہ کام انجام دے رہے ہیں تو اس امت اور اس دین کا ان سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں، کیونکہ اس کے بعد نئے سرے سے پھر اس دینی ذوق کو وجود بخشنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہ جاتا، وہ ذوق جو صحابہ کرامؓ کا امتیاز تھا اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی براہ راست صحبت یا اس حدیث پاک کے واسطہ کے بغیر (جو اس عہد کی سچی تصویر، اس عہد کی کیفیات سے مملو، اور اس کی عطر بیزیوں سے معطر ہے) پیدا نہیں کیا جاسکتا۔

فاضل مصنف محمد اسد نے اپنی کتاب میں جس کا عنوان ہے "اسلام دوراہے پر" اسلام دشمنی کے حقیقی اسباب اور اس سازش کی خطرناکی جو مسلم معاشرہ کو اس بے بدل قوت سے محروم اور اس بے نظیر خزانہ سے خالی کر دینا چاہتی ہے، بڑی اچھی تشخیص کی ہے، وہ کہتے ہیں:۔

"سنت نبوی ہی وہ آہنی ڈھانچہ ہے، جس پر اسلام کی عمارت کھڑی ہے، اگر آپ کسی عمارت کا ڈھانچہ ہٹا دیں تو کیا آپ کو اس پر تعجب ہوگا کہ عمارت اس طرح ٹوٹ جائے جس طرح کاغذ کا گھروندا"[2]

انکار حدیث کا اثر اور اتباع سنت کی ضرورت اور اس کا نتیجہ بیان کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:۔

"لیکن یہ اعلیٰ مقام جو اسلام کو اس حیثیت سے حاصل ہے کہ وہ ایک اخلاقی، عملی، انفرادی، اور اجتماعی نظام ہے، اس طریقہ سے (یعنی حدیث اور اتباع سنت کی ضرورت کے انکار سے) ٹوٹ کر اور بکھر کر رہ جائے گا"[3]

حدیث کے حجت، اور یقینی طور پر قابل اعتبار ہونے کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے، اور سنت کے انکار کی دعوت دینے کے مختلف دور ہیں[4] مختلف پیمانوں پر، اور مختلف مذہبی، سیاسی اور شخصی اغراض ومقاصد سے، اور شریعت اسلامی کی تنفید اور دینی پابندی کی

(بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

[1] ملاحظہ ہو (ISLAM AT THE CROSS ROADS)۔ [2] "اسلام دوراہے پر"۔ [3] "اسلام دوراہے پر"۔ [4] تفصیل کے لئے کتاب "السنۃ ومکانتھا فی التشریع الاسلامی" کا دوسرا باب ملاحظہ ہو جو مختلف ادوار میں سنت کے بارے میں پیدا کئے جانے والے شبہات کے بیان میں ہے ص ۱۲۳-۱۵۳

فقہ کا صفحہ:

(ادارہ)

جن مسائل کا جاننا ضروری ہے

سوال: کیا اسلام بھی شیخ، پٹھان کی طرح کسی قوم اور ذات برادری کا نام ہے کہ شیخ برادری میں پیدا ہونے والا شیخ اور پٹھان برادری میں پیدا ہونے والا پٹھان ہوتا ہے اور اسے شیخ یا پٹھان ہونے کے لئے کچھ کرنا نہیں پڑتا ہے کیا اسی طرح کسی مسلمان خاندان میں پیدا ہونے والا لازماً خود مسلمان ہوگا اسے مسلمان ہونے کے لئے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی؟

جواب: اسلام کسی قوم اور ذات برادری کا نام نہیں ہے کہ اس میں پیدا ہونے والا ہر آدمی آپ سے آپ مسلمان ہو اور اسے مسلمان بننے کے لئے کچھ کرنا نہ پڑے، بلکہ اسلام نام ہے اس دین کا اور اس طریقے پر چلنے کا جو اللہ کے سچے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے تھے اور جو قرآن شریف میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں میں بتلایا گیا ہے، جو شخص اس دین کو اختیار کرے اور اس کے طریقے پر چلے وہی اصلی مسلمان ہے اور جو لوگ نہ اس دین کو جانتے ہوں اور نہ اس پر چلتے ہوں وہ اصلی مسلمان نہیں۔

سوال: کوئی شخص کب مسلمان ہوتا ہے؟

جواب: جب کوئی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اس کے رسول ہیں) کو دل سے مانے اور زبان سے اقرار کرے تو وہ مسلمان ہو جاتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا جو اقرار اس کو اس نے سمجھ کر مانا اور قبول کیا ہو، اگر کوئی شخص توحید ورسالت کو بالکل نہ سمجھا ہو اور بغیر معنی مطلب سمجھے اس نے یہ کلمہ پڑھ لیا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان نہ ہوگا۔

سوال: توحید کا کیا مطلب ہے؟ اس کے مفہوم میں کون کون سی باتیں داخل ہیں؟

جواب: کلمہ کا پہلا جز لا الٰہ الا اللہ ہے اس میں توحید کا اقرار واعتراف ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ایسی ہستی نہیں ہے جو عبادت اور بندگی کے لائق ہو۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ایسی ہے جو عبادت اور پرستش کے قابل ہے کیونکہ وہ ہمارا اور اس کائنات کی ہر چیز کا خالق ومالک ہے، وہی پالنے والا اور روزی دینے والا ہے، وہی مارنے والا اور جلانے والا ہے، بیماری اور تندرستی امیری اور غریبی اور ہر طرح کا نفع نقصان اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے اس کے سوا زمین وآسمان میں جو ہستیاں ہیں خواہ انسان ہوں یا فرشتے سب اسی کے بندے اور اس کے پیدا کئے ہوئے ہیں، اس کی خدائی میں کوئی اس کا شریک اور ساجھی نہیں ہے، لہٰذا وہی اور صرف وہی اس قابل ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور مشکلوں اور مصیبتوں میں اور اپنی تمام حاجتوں میں اسی سے دعا کی جائے۔ اس کے ہر حکم کو مانا جائے اور پوری وفاداری کے ساتھ اس کے حکموں پر چلا جائے۔ توحید کے مفہوم میں یہ ساری باتیں داخل ہیں، ان کو صدق دل سے ماننے اور اقرار کرنے اور ان پر عمل کرنے کے عزم وارادے کا نام ہی عقیدۂ توحید ہے۔

سوال: رسالت پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

جواب: جس کلمہ کو پڑھ کر کوئی شخص مسلمان ہوتا ہے اس کا دوسرا جز محمد رسول اللہ ہے اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اقرار واعلان ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا کی ہدایت ورہنمائی کے لئے بھیجا تھا اور آپ نے جو کچھ بتلایا اور جو خبریں دیں وہ سب صحیح اور برحق ہیں یعنی قرآن کا خدا کی طرف سے ہونا، فرشتوں کا ہونا، قیامت کا آنا اور مردوں کا دوبارہ زندہ کیا جانا اور اپنے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں جانا وغیرہ۔

رسول پر ایمان لانے کا مقصد اور مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ اس کی ہر بات کو بالکل حق مانا جائے اور اس کی تعلیم وہدایت کو خدا کی تعلیم وہدایت سمجھا جائے اور اس کے حکموں پر چلنے کا فیصلہ کر لیا جائے۔

سوال: ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے لیکن اس نے اپنے متعلق یہ فیصلہ نہ کیا ہو کہ وہ دین کے ہر ہر حکم کو مانے گا اور شریعت پر چلے گا تو کیا وہ اللہ کے نزدیک مسلمان ہوگا؟

جواب: اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے لیکن اپنے بارے میں یہ فیصلہ نہیں کرتا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلائی ہوئی ہر ہر بات کو برحق مانے گا اور آپ کے بتلائے ہوئے طریقے پر چلے گا تو دراصل اس نے مسلمان ہونے کا مطلب ہی نہیں سمجھا ہے، مسلمان ہونے کا مطلب ہی یہ ہے کہ کہ آدمی یہ اقرار کرتا ہے کہ میں صرف اللہ تعالیٰ کو خدائے برحق اور معبود ومالک مانتا ہوں اور دنیا وآخرت کی ہر چیز اس کے قبضۂ قدرت میں سمجھتا ہوں لہٰذا میں صرف اسی کی عبادت کروں گا اور بندہ کو جس طرح اپنے آقا کے حکموں پر چلنا چاہئے اس طرح میں اس کے حکموں پر چلوں گا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق رسول تسلیم کرتا ہوں اب میں ایک امتی کی طرح ان کی اطاعت وپیروی کروں گا اور ان کی لائی ہوئی شریعت پر عمل کروں گا۔ دراصل اسی عہد واقرار کا نام ایمان ہے، جب تک دل سے آدمی ان باتوں کو قبول نہ کرے اس وقت تک اس کا ایمان ہی درست نہیں ہوگا اور نہ وہ شخص خدائے بزرگ وبرتر کے نزدیک مسلمان سمجھا جائے گا، لہٰذا کلمہ پڑھنے والے ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ اپنے آپ کو اس عہد وشہادت کا پابند سمجھے اور اس کی زندگی اس کے اصول کے مطابق گزرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک سچا مومن ومسلم ہو اور نجات وجنت کا حق دار ہو۔

سوال: ایک شخص کلمہ پڑھتا ہے، مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے لیکن دین کے بعض احکام کو وہ نہیں مانتا بلکہ ان کا مذاق اڑاتا ہے، کیا ایسے شخص کا ایمان معتبر ہے؟

جواب: جن چیزوں کے ماننے اور تسلیم کرنے کا نام ایمان ہے ان کے نہ ماننے اور انکار کرنے کا نام کفر ہے کفر صرف اسی کا نام نہیں ہے کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ یا خدا کے رسول کو سرے سے نہ مانے بلکہ یہ بھی اسی درجہ کا کفر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو احکام قطعی ویقینی طور پر ثابت ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کے تسلیم کرنے سے (یہ سمجھتے ہوئے کہ حضور کا حکم ہے) انکار کر دیا جائے۔ اگرچہ باقی سب احکام کو تسلیم کرے اور پورے اہتمام سے [illegible] اور دعوی ایمان کے باوجود الرسول حسن کسی قطعی حکم کے تسلیم کرنے سے انکار کر دے اور اس کے واجب التعمیل ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، یا اس کے بارے میں ایسا انداز گفتگو اختیار کرے جس سے اس کا استخفاف ہوتا ہو تو وہ کفر وارتداد کا مرتکب سمجھا جائے گا، ہاں اگر کوئی شخص حکم کو تو واجب التعمیل سمجھتا ہے مگر غفلت یا نفس کی شرارت کی وجہ سے اس پر عمل نہیں کرتا ہے تو اس کو کفر وارتداد نہیں سمجھا جائے گا، اگرچہ ساری عمر میں ایک دفعہ بھی اس حکم پر عمل کرنے کی نوبت نہ آئے بلکہ اس شخص کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔

سوال: کس قسم کے احکام کے انکار سے کفر لازم آتا ہے؟

جواب: کفر وارتداد صرف ان احکام کے انکار واستخفاف سے لازم آتا ہے جو قطعی الثبوت بھی ہوں اور قطعی الدلالۃ بھی ہوں۔

قطعی الثبوت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ان کا ثبوت قرآن مجید یا ایسی احادیث سے ہو جن کے روایت کرنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک سے آج تک ہر زمانے میں مختلف طبقات اور مختلف شہروں کے لوگ اس کثرت سے رہے ہوں کہ ان سب کا جھوٹ پر

(بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

مُحمّدؐ صلی اللہ علیہ وسلم

ابوالمجاہد زاہد

محمدؐ، مرکزِ اہلِ نظر ہے
محمدؐ، نازشِ جن و بشر ہے
محمدؐ، میرا ملجا، میرا ماویٰ
محمدؐ، میرے روز و شب کی زینت
محمدؐ، رزم گاہِ خیر و شر میں
محمدؐ، ساری دنیا کا اُجالا
خدا بھی جلوہ گر ہے اس کے دل میں
محمدؐ، مظہرِ لطف و عنایت
دہکتے ریگ زارِ زندگی میں
محمدؐ تک پہنچنا ہی پڑے گا
اُسی کی راہ، راہِ حق ہے زاہد!
اُسی کا دین، دینِ معتبر ہے

محمدؐ، نورِ انوارِ ہدایت
محمدؐ، تاجدارِ تاجداراں
محمدؐ، چاہ سازِ دردمنداں
محمدؐ، رافۃٌ للعالمیں ہیں
محمدؐ، احمد و محمود و حامد
محمدؐ، مصطفیٰ خیر البرایا
محمدؐ، امّی و قرآں ناطق
محمدؐ، ماحیٔ شرک و ضلالت
محمدؐ، شافعِ دردارِ محشر
محمدؐ، پیکرِ حسن شمائل
محمدؐ، ہر نا بانِ رسالت
محمدؐ، سرور و سرتاجِ گیہاں
محمدؐ، آبروئے بزمِ امکاں
محمدؐ، خواجہ و آقائے مشفق
محمدؐ اک مثالِ بے مثالی
انیس بیکساں، مولی الموالی

محمدؐ، منزلِ اہلِ خبر ہے
محمدؐ، عالمِ بینا بہر ہے
محمدؐ، میرا مسکن، میرا گھر ہے
محمدؐ، میرا سورج ہے، قمر ہے
مری تلوار ہے، میری سپر ہے
محمدؐ، ساری دنیا کی سحر ہے
محمدؐ جس کے دل میں جلوہ گر ہے
وہ جس کی خاک پا کحلُ البصر ہے
محمدؐ ظلِّ رحمت کا شجر ہے
تلاشِ امن دنیا کو اگر ہے

محمدؐ، روحِ ارواحِ سعادت
محمدؐ، شہریارِ شہرِ یاراں
محمدؐ، غم گسارِ نوعِ انساں
محمدؐ، رحمۃٌ للعالمیں ہیں
محمدؐ، اشہد و مشہود و شاہد
محمدؐ، مجتبیٰ، بحر العطایا
محمدؐ، حجت و برہان ناطق
محمدؐ، دافعِ کفر و بغاوت
محمدؐ، ساقیٔ صہبائے کوثر
محمدؐ، مرکزِ نورِ خصائل
محمدؐ، نورِ صبحِ آدمیت
نبیِ خاتم و فخرِ رسولاں
حبیبِ خالق و محبوبِ دوراں
صدیقِ عالم و صادق، مصدق

رشید و مرشدِ عالم محمدؐ
طبیبِ جسم و عقل و دل محمدؐ
مربیؐ بھی، مزکیؐ بھی محمدؐ
مبلغ بھی، معلم بھی محمدؐ
رؤف و رحمت و منجی محمدؐ
نذیر و ناہی و آمر محمدؐ
عفوؐ و شاکر و صابر محمدؐ
جواد و محسنِ اعظم محمدؐ
حیات افروز آئینِ محمدؐ
یہ دیں، دینِ حیاتِ انفرادی
محمدؐ کی شریعت دائمی ہے
محمدؐ کی محبت، جانِ ایماں
سبھی ہیں فیضیابِ ابرِ رحمت
جہاں ممنونِ احسانِ محمدؐ

امام و مصلحِ اعظم محمدؐ
حکیم و عارفِ کامل محمدؐ
مُجلّی بھی، منقّی بھی محمدؐ
مُحلّل بھی، مُحرّم بھی محمدؐ
عطوف و ہادی و مہدی محمدؐ
بشیر و حامی و ناصر محمدؐ
منیر و زاہر و باہر محمدؐ
مطاع و سید عالم محمدؐ
مکمّل دین ہے دینِ محمدؐ
یہ دیں، دینِ حیاتِ اجتماعی
صراطِ مستقیم زندگی ہے
محمدؐ کی اطاعت شانِ ایماں
مسلماں، نامسلماں، مرد، عورت
زمانہ ہے ثنا خوانِ محمدؐ

محمدؐ مرکزِ ارمانِ زاہد
محمدؐ پر نچھاور جانِ زاہد

بقیہ ص ۱۵

ایک جزیرہ ہے تاہم اس میں ہمارے پانی کی کوئی بندرگاہ نہیں ہے جو بندرگاہ موجود ہے اسے توسیع دینے کے لیے کام جاری ہے جہاز کے درمیان مالدیپ کی سیاحوں کو بھی بہتر بنایا جا رہا ہے گویا اب مالدیپ نے اقوامِ عالم میں اپنا جائز مقام حاصل کرنے کے سفر کا آغاز کر دیا ہے۔

شام میں خواتین نے بے حجاب ہونے سے انکار کر دیا

کراچی ۲۰ جنوری (جسارت رپورٹ) شام میں پردے کو جبراً ختم کرنے کا اعلان کیا ہے لیکن خواتین نے بہت پہلے ہی اس حکم کو ماننے سے انکار کر دیا ہے حمص میں خواتین اساتذہ نے اس حکم کے خلاف احتجاجاً سکولوں کی بعض درس گاہوں میں بیٹھ جانے کے کارندوں نے حجاب اتار پھینکنے کی کوشش کی جس کے نتیجہ میں مختلف مقامات پر تصادم ہوئے ایک اسکول میں ایک لڑکی نے چاقو سے اپنی کلائی کاٹ لی سر پھٹ دیا جس کے نتیجہ میں خون بہہ گیا دمشق کے ایک اسکول کی لڑکیوں نے حجاب نوچ کر پھینک دیا جس کی اس قدر پٹائی کی گئی کہ بے ہوش ہو گئیں۔ مدارس میں بھی اسی قسم کے واقعات ہوئے ہیں۔ مدرسات نے اسکول کی طالبات کے حجاب نوچ کر پھینکنے چاہے تو ان کے ان پر حملہ کر دیا اور انہیں قتل کر ڈالا

نگرانِ اعلیٰ
مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلسِ ادارت
نذر الحفیظ ندوی
شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

پرنٹر پبلشر جمیل احمد ندوی بی۔ اے۔ کے آفسیٹ پرنٹرز جامع مسجد دہلی میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات شبلی ترقی دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے لئے شائع کیا۔

معتمد مال جناب مصباح الدین صاحب کی رحلت

جناب مصباح الدین نقوی، معتمد مال ندوۃ العلماء نے بروز جمعہ ۱۵ جنوری ۸۲ء لکھنؤ میں اپنی قیام گاہ واقع نواب علی روڈ پر ایک مختصر علالت کے بعد انتقال کیا۔ یہ علالت اگرچہ مختصر تھی لیکن انتہائے عمر اور عرصہ سے ضعیفی و مختلف عوارض کے باعث ان کی صحت پہلے ہی سے خاصی کمزور چل رہی تھی جو بالآخر ایک مختصر عارضہ میں انتقال پر منتہی ہوئی۔ پچاسی سال کی عمر پائی۔

سید مصباح الدین نقوی شہر کے سربرآوردہ شخصیتوں میں تھے ان کو گورنمنٹ کی ایک اعلیٰ ملازمت (میونسپل ایگزیکٹیو آفیسر) سے ریٹائر ہونے کے بعد اعزازی طور پر شہر کے متعدد انجمنوں کے مقتدر عہدوں پر فائز رہے۔ شہر کے ایک مشہور ادارہ "ایک آنہ فنڈ" کے صدر، کرامت حسین گرلس کالج کے جوائنٹ سکریٹری، اور ندوۃ العلماء جیسے بڑے ادارہ کے معتمد مال رہے، وہ ناظم ندوۃ العلماء اور انکے نائب کی غیر موجودگی میں قائم مقام ناظم کے فرائض بھی انجام دیتے رہے۔ ندوۃ العلماء کے معتمد مال منشی احترام علی علوی رحمۃ اللہ علیہ کا کوروی کے انتقال کے بعد سید مصباح الدین نقوی مرحوم کا انتخاب ندوۃ العلماء کی متعدی کے لئے عمل میں آیا تھا۔ اس وقت سے آخری دم تک انھوں نے ندوۃ العلماء سے اپنے تعلق کا حق بڑے اخلاص سے ادا کیا اور اپنی کمزوری اور علالت کے زمانہ میں بھی اس کی ذمہ داریوں کی انجام دہی میں تکلیف نہیں محسوس کی۔

سید صاحب بڑے نیک نفس اور بلند اخلاص کے شخص تھے، گورنمنٹ کی ملازمت کے زمانے میں بھی ان کی اسی نیک نفسی اور بلند اخلاقی کا لوگوں کو مشاہدہ ہوتا رہتا تھا۔ ناظم صاحب ندوۃ العلماء مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے کئی بار ان کی اس صفت کو بیان کیا اور سراہا۔ سید مصباح الدین صاحب مستند حسینی سید خاندان کے تھے، آپ کا خاندان 'کنور' سے لکھنؤ منتقل ہوا۔ خاندان کی ایک شاخ شیعہ مذہب کی پیرو رہی جس میں شیعہ مذہب کے بڑے عالم مولانا کرامت علی کنوری گزرے ہیں، لیکن سید مصباح الدین صاحب کی شاخ سُنّی رہی۔ سُنّی ہونے کے ساتھ ساتھ دین کی محبت اور اس کے بعض کاموں میں دلچسپی اور علماء دین سے ربط و تعلق، اور سعادت کے اخلاق ان کی زندگی کی نمایاں صفات رہے، وہ دینی پروگراموں میں بہت دلچسپی سے حصہ لیتے، درس قرآن میں شریک ہوتے اور دینی کتابوں کا مطالعہ کرتے تھے۔ انھوں نے شہر کے حلقوں میں اپنی شائستہ اور ستودہ صفات زندگی کے بڑے اچھے نقوش چھوڑے ہیں۔ سید صاحب مرحوم کے پس ماندگان میں ایک صاحبزادہ ڈاکٹر سید سلیم الدین نقوی ٹورنٹو کناڈا میں قلبی امراض کے ماہر معالج ہیں۔

دوسرے صاحبزادہ سید سلمان الدین نقوی ہندوستان میں ایک اچھی ملازمت میں ہیں۔ ان کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سید صاحب مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمانوں کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔

لکھنؤ کے مشہور معالج

ڈاکٹر عبد المنان خاں کی وفات

ڈاکٹر عبد المنان خاں جو ڈاکٹر خاں کے نام سے مشہور تھے اور نشاط گنج میں مطب کرتے تھے ان کا ۱۴ جنوری کو انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ڈاکٹر عبد المنان خاں ایک کامیاب معالج تھے اور ڈاکٹر عبد الجلیل فریدی مرحوم کے ساتھ ان کے مطب میں بیٹھتے تھے اور ان کی زندگی ہی میں ان کی غیبوبت میں قائم مقامی کرتے تھے ڈاکٹر صاحب کے انتقال کے بعد آپ مستقل طور پر اس کے ذمہ دار تھے اور مطب میں آتے تھے مگر قلبی حملہ نے ان کو اس کام کے لائق نہ رکھا اور صحت کی خرابی کی وجہ سے فریدی صاحب مرحوم کی کلینک میں بھی جانا بند کر دیا اور اپنا مطب جو نشاط گنج میں تھا اس سے بھی کنارہ کش ہو گئے تھے بعض وقت جب وہ اپنی طبیعت کو منشرح پاتے تھے تو گھر ہی پر چند مریضوں کو دیکھ لیا کرتے تھے مگر کچھ عرصہ سے یہ سلسلہ بھی قائم نہیں رہ سکا اور انڈین میڈیکل انسٹی ٹیوٹ آف میں بھی کچھ دن زیر علاج رہے مگر مرض پر کنٹرول نہ پایا جا سکا اور بالآخر یہی مرض ان کی موت کا سبب بنا۔

ڈاکٹر خاں صاحب مختلف سماجی تنظیموں اور سرگرمیوں میں دلچسپی لیتے تھے اور قابل قدر خدمات انجام دیتے تھے۔ طویل علالت کی وجہ سے وہ ان تمام سرگرمیوں میں حصہ لینے سے معذور ہو گئے تھے اور ان کی عوامی و سماجی سرگرمیاں بالکل معطل ہو کر رہ گئی تھیں اور مذکورہ امور سے متعلق ذمہ داریوں سے بھی اپنے کو علیحدہ کر لیا تھا اور زیادہ تر وقت گھر حوالہ نشاط گنج میں ہے گذارتے تھے۔

ڈاکٹر خاں صاحب کو ندوہ اور اہل ندوہ سے بڑا تعلق تھا اور وقتاً فوقتاً آتے بھی رہتے تھے اور ندوہ کے بعض اہم کاموں میں بڑی دلچسپی بھی تھی۔ مگر جب ان کی صحت خراب ہوئی تو اس میں بھی بہت کمی آ گئی۔

قارئین تعمیر حیات سے درخواست ہے کہ مرحوم کے لئے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کریں۔

بقیہ ص ۸

ذمہ داری سے فرار کی خاطر ناعاقبت اندیشانہ کوششوں کے باوجود ہمیشہ سنت کا علم بلند رہا اور اس کی دعوت جاری رہی، اسلامی معاشرہ کا خمیر حدیث پاک سے تیار ہوا ہے، اور اس کے رگ و ریشہ میں حدیث سرایت کر چکی ہے، اور اس طرح اس کا جزو بدن بن چکی ہے کہ اس کو اسلامی معاشرہ کے جسم سے الگ کرنا اور محض قرآن کی بنیاد پر کوئی نیا مکمل معاشرہ قائم کرنا ممکن نہیں، خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ" النحل - ۴۴۔ (اور ہم نے آپ پر قرآن نازل کیا تاکہ آپ وضاحت کے ساتھ ان لوگوں کے لئے اس کو بیان کر دیں، جو ان کے لئے نازل کیا گیا ہے)۔

حدیث نبویؐ کے ساتھ ہمیشہ مطالعہ، فہم و تحقیق اور اس کے مراجع و مآخذ کی نشر و اشاعت اور اس کے مخطوطات و نوادر کی تحقیق و طباعت وغیرہ جیسی مختلف شکلوں میں اہتمام کیا جاتا رہا اور اسلامی معاشرہ کا محاسبہ و جائزہ، دعوت الی الخیر، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، بدعتوں اور خرافات کی تردید، مغربی تہذیب کی اندھی تقلید، عقائدی، فکری اور تہذیبی ارتداد اور مغربی تمدن کو اپنی تمام خرابیوں و کمزوریوں، اور اسلامی زندگی کے مخالف عادات، اور قوانین کے ساتھ اختیار کر لینے پر سخت نکیر کا سلسلہ ہمیشہ جوش و خروش سے اسی بنیاد پر قائم رہا، سنت کو فیصلہ کن حیثیت حاصل رہی، اور احادیث نبویہ کو قرآن کے بعد دوسرا بنیادی ماخذ یقین کیا جاتا رہا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بینش گویٔ ہر دور میں حق ثابت ہوتی رہی "لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتي أمر الله وهم كذلك"[1] (میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہیگا یہاں تک کہ قیامت آجائے)۔

حدیث کی حجیت میں شکوک و شبہات پیدا کرنے والے، اور انکار سنت کا علم بلند کرنے والے اس "چراغ مصطفوی" کو اپنے کمزور پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں،

"يُرِيدُونَ لِيُطْفِـُٔوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ" (الصف - ۸)

"پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا"

[1] "عن ثوبان، ومعاویہ رضی اللہ عنہما" علامہ سخاوی نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی متعدد اسانید و شواہد ہیں۔

تبصرہ کتب

مطالعہ کی میز پر

شمس الحق ندوی

دعوت وتبلیغ کا معجزانہ اسلوب: مؤلفہ، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
سائز ۲۲×۱۸/۸ ضخامت ۱۵۲ صفحات قیمت مجلد دس روپے
کتابت وطباعت معیاری۔ ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ/دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ کتاب مولانا مدظلہ، کے ان خطبات کا اردو ترجمہ ہے جو انھوں نے دعوت وفکر اسلامی کے طلباء کے سامنے خصوصاً اور طلبائے علوم دینیہ وادبیہ کے سامنے عموماً دار العلوم ندوۃ العلماء کے شعبۂ فکر اسلامی میں، بصورت درس دیئے ان میں اس اسلوب بیان کی تشریح کی گئی ہے جو انبیاء علیہم السلام کی طرف سے دعوتی مواقع پر اختیار کیا گیا ہے اور جس کو قرآن مجید نے انبیاء علیہم السلام کی دعوتی زندگی کو پیش کرتے ہوئے بیان کیا، جہانتک مولانا مدظلہ، کی اس علمی پیش کش کا تعلق ہے تو اس کے لئے یہ حوالہ دینا مناسب ہوگا کہ مولانا مدظلہ، کی مشہور ومقبول کتاب 'کاروانِ مدینہ' (الطریق الی المدینۃ) کا مقدمہ لکھتے ہوئے بلاد عربیہ کے مشہور و معروف فاضل جج اور ادیب یکتا علی طنطاوی نے لکھا ہے:-

" آپ نے مقدمہ کی فرمائش کی ہے مجھے اس سے معاف رکھئے کیونکہ اس کی نہ آپ کو ضرورت ہے اور نہ اس کتاب کو، کتابوں کے مقدمہ کی وہی حیثیت ہوتی ہے، جو تاجر کے لئے دلال یا ایجنٹ کی، نئے تاجر کو دلال کی اس لئے تلاش ہوتی ہے کہ وہ اپنے غیر معروف سامان کی شہرت بڑھائے، جب خود خریدار تاجر کو ایجنٹ سے زیادہ جانتے ہوں اور اس کا سامان خریدنے کے اس سے زیادہ متمنی ہوں جتنا تاجر اس کے فروخت کرنے کا، تو ایسی حالت میں یہ ایجنٹ کیا کام دے سکتا ہے۔"

مولانا مدظلہ، کی کسی کتاب پر تبصرہ کرنا ہو تو تبصرہ نگار اس سے زیادہ کیا لکھ سکتا ہے، اس کی اصل روح یہ ہے کہ مصنف کا اخلاص، سوز دروں اور دل کی کسک غالب رہتی ہے اور قلم وزبان اس کے ترجمان وہم رکاب رہتے ہیں، اور اپنے خزینہ کی بہتر سے بہتر پونجی اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں کہ مصنف کو جس اسلوب وطرز ادا کی ضرورت ہو اس سے کام لیتا چلا جائے۔

ایک داعی اور مبلغ میں کیا خصوصیات ہونی چاہئیں اس کو مخاطب کے ذہن وماحول کی پوری رعایت کرتے ہوئے کون سا طرز واسلوب اپنانا چاہیئے بات کو ذہن میں اتار دینے کے لئے اس وقت کے عقیدہ وذہنیت کے پیش نظر کیسے دلائل دینے چاہئیں۔ وہ حکمت کیا ہے جو تبلیغ دین کے لئے ضروری ہے اور جس کے بارے میں قرآن مجید کی ہدایت ہے ان سب باتوں کے جوابات خود قرآن مجید میں موجود ہیں اور ایسے اچھوتے اور نرالے انداز میں ہیں کہ اس سے زیادہ دلنشیں انداز کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا۔

قرآن کے معجزانہ اسلوب دعوت وتبلیغ کو بیان کرنے کے لئے ایسے ہی صاحب قلم کی ضرورت تھی جس کا موضوع بھی قرآن کریم کا درس وتدریس عرصہ تک رہا ہو اور جس کی عمر کا ایک ایک لمحہ دعوت وتبلیغ ہی میں صرف ہو رہا ہو، اور جو عربی زبان وادب کا خود اہل زبان سے بڑھکر ذوق رکھتا ہو، کتاب میں قرآنی بلاغت کے نازک ترین پہلوؤں کی بہت دلنشیں انداز میں وضاحت کی گئی ہے مثال کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنے والد کو دعوت دی تو کیا لہجہ اختیار کیا، کس طرح ان کی پدرانہ شفقت کو اپیل کیا۔

موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے پاس بھیجا گیا تو کس انداز گفتگو کی ہدایت کی گئی غرض یہ کہ کتاب کے مطالعہ سے قرآن فہمی اور اس سے استفادہ کا ایک نیا باب کھل جاتا ہے۔

علم حدیث اور چند اہم محدثین ، سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۲۰۰ صفحات
قیمت مجلد ۱۵ روپے طبع اول جون ۱۹۸۱ء
ناشر: مکتبہ جامعہ لمیٹڈ جامعہ نگر، نئی دہلی ۱۱۰۰۲۵

کتاب کے مصنف ڈاکٹر محمد سالم قدوائی، جامعہ ملیہ اسلامیہ کے تعلیم یافتہ ہیں مگر دینی شخصیتوں سے واقفیت ومناسبت اور تصنیف وتالیف کا ذوق نیز اسلامی علوم سے دلچسپی اپنے والد مرحوم مولانا عبد السلام قدوائی ندوی سے ترکہ میں پایا ہے اس وقت مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اسلامک اسٹڈیز میں استاذ ہیں۔

کتاب کے شروع میں باذوق مؤلف کا پیش لفظ ہے اس کے بعد مولانا تقی امینی (ناظم دینیات مسلم یونی ورسٹی علی گڑھ) کا مقدمہ ہے جس میں موصوف نے کتاب اور اس کے مندرجات کے بارے میں اچھی رائے کا اظہار فرمایا ہے مولانا امینی کی قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی پر گہری نظر ہے اور ان موضوعات پر برابر لکھتے رہتے ہیں، اس لئے کتاب کے بارے میں مولانا کی رائے بڑی وقعت رکھتی ہے۔ کتاب حسب ذیل ابواب پر مشتمل ہے:-
(۱) تاریخ تدوین حدیث (۲) اصول حدیث (۳) اصطلاحات حدیث (۴) امام ابوحنیفہؒ (۵) امام مالکؒ (۶) امام شافعیؒ (۷) امام احمد بن حنبلؒ (۸) امام بخاریؒ (۹) امام مسلمؒ (۱۰) امام ترمذیؒ (۱۱) امام ابوداؤد (۱۲) امام نسائی (۱۳) ابن ماجہ۔

کتاب لکھتے وقت یونیورسٹیوں کے طالب علموں کے ذہن ومعیار کا اور ان کے نصاب تعلیم کو پیش رکھا گیا ہے مگر کتاب مدارس عربیہ کے ابتدائی درجات کے طلبہ کی جنرل معلومات کے لئے بہت مفید ہے اسلام اور اسلامی علوم سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے بھی کتاب مفید ہے اسلوب بیان سہل، زبان شستہ ورواں ہے کتاب پڑھنے پر بار نہیں محسوس ہوتا۔

بچوں کی قصص الانبیاء جلد اول از: امۃ اللہ تسنیم سائز ۲۰×۳۰/۱۶
ضخامت ۱۶۰ قیمت: ۵ روپے
ناشر: مکتبۂ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ

کتاب کی پہلی جلد میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام کے حالات زندگی، دعوت توحید ان کے ساتھ قوم نے کیا معاملہ کیا۔ نبی کی دعوت نہ ماننے پر ان قوموں پر اللہ کا کیسا عذاب آیا وہ کس طرح تباہ برباد ہوگئیں۔ یہ ساری تفصیلات بڑی آسان اور میٹھی زبان میں بیان کی گئی ہیں، بچوں کی نفسیات اور ان کے ذہن کو سامنے رکھ کر بڑے حکیمانہ انداز میں توحید کو واضح کیا گیا ہے اور آخرت ومعاد کو سمجھایا گیا ہے کتاب دراصل مولانا سید ابوالحسن علی میاں مدظلہ، کی عربی کتاب قصص النبیین کا ترجمہ ہے جس کے متعلق بعض بڑے علماء نے فرمایا ہے کہ مولانا مدظلہ، کی یہ کتاب ان کی دوسری تصنیفات سے بہت ممتاز ہے اور بعض عرب علماء نے لکھا ہے کہ مولانا نے یہ نازک کام تنہا کیا جو مصری علماء کی ایک کمیٹی کے سپرد تھا اور وہ نہ کر سکی۔

کتاب اتنی اہم وضروری ہے کہ ہر گھر میں ہونا چاہیئے اور کم سن بچوں کو پڑھانا چاہیئے کہ یہ ان کی دینی تربیت کے لئے بہت کارآمد ہے، ماؤں بہنوں کے لئے بھی اس کا مطالعہ ضروری ہے کہ اس سے وہ بچوں کی تربیت کا ڈھنگ سیکھیں گی۔

ایک اہم اعلان!

رجسٹر خریداری تبدیل کردیا گیا ہے اور تقریباً اکثر خریداروں کے نمبر بدل گئے ہیں براہ کرم پتہ سلپ پر سے اپنا جدید خریداری نمبر نوٹ کرلیں اور خط وکتابت کے وقت یا منی آرڈر کوپن پر اس کا حوالہ دینا نہ بھولیں۔ (مینیجر)

پولینڈ میں کمیونزم کا جنازہ

محمد عثمان خاں اناوی

امریکہ نے پولینڈ کے متعلق جو پالیسی اختیار کی وہ اس کی جانب سے کوئی نئی بات نہیں، اس سے قبل وہ افغانستان میں روسی فوجی مداخلت کے خلاف بھی یہی پالیسی اختیار کر چکا ہے، جہاں تک پولینڈ میں روسی فوجی مداخلت اور امریکہ کی دھمکی کا سوال ہے تو اسے افغانستان کے معاملہ پر قیاس نہیں کیا جاسکتا۔ یہی وجہ ہے کہ پولینڈ کے معاملہ میں امریکہ کا رویہ قدرے سخت اور مختلف ہے، اور اس نے روس کو بار بار خبردار بھی کیا کہ اگر اس نے پولینڈ میں فوجی مداخلت کی تو اسے خاصی مہنگی قیمت چکانا پڑے گی، لیکن بعض حالات کو دیکھتے ہوئے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ امریکا پولینڈ میں روسی فوجی مداخلت کا خیر مقدم کرے گا تاکہ مغربی یورپ میں امریکی ایٹمی میزائیلوں کی تنصیبات کے خلاف جو تحریک چل رہی ہے وہ خود بخود ختم ہوجائے اور اس کی راہ ہموار ہوجائے، دوسرے امریکہ کو معلوم ہے کہ روس کی معاشی حالت اتنی مستحکم نہیں ہے کہ وہ ویتنام، کمپوچیا، کیوبا اور افغانستان میں بُری طرح پھنسنے کے بعد بھی وہ پولینڈ کی اقتصادی حالت کا بوجھ اپنے ناتواں کندھے پر اٹھا سکے کیونکہ روس سمجھتا ہے کہ خدانخواستہ اگر دوسرے کمیونسٹ ملکوں میں پولینڈ جیسے حالات پیدا ہوگئے تو وہ بھی پولینڈ کی طرح سخت معاشی بحران سے دوچار ہوجائیں گے۔ جو کہ کمیونزم اور عظیم لینن کے انقلاب کا جنازہ ہوگا۔ اور مشرقی یورپ خاصکر پولینڈ میں سوشلسٹ نظام کے زوال کا سبب ہوگا۔

یہ الگ بات ہے کہ روس اور امریکہ دونوں ہی کو پولینڈ کے اندرونی معاملات سے دلچسپی ہے لیکن نوعیتیں جدا جدا ہیں روس کو اس وجہ سے کہ دوسری جنگ عظیم کے بعد ہی سے پولینڈ میں کمیونسٹ حکومت قائم ہوگئی تھی اور یہ ملک روس کے حلقۂ اثر میں آگیا تھا اور اسے مشرقی یورپ کے کمیونسٹ ملکوں کی تنظیم میں ایک کلیدی حیثیت حاصل ہوگئی تھی جو کہ تنظیم معاہدہ وارسا کے نام سے جانی پہچانی جاتی ہے، دوسرے پولینڈ کے حالات سے کمیونسٹ دنیا کے لئے جو خطرات پیدا ہوگئے ہیں وہ بھی اس کے سامنے ہیں جسے وہ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ امریکہ کو دلچسپی اس لئے ہے کہ پولینڈ سے کمیونسٹ کے پیر اکھڑ جائیں، اور وہ سوویت یونین بلاک سے نکل جائے یہی وجہ ہے کہ امریکہ اور اس کے یورپی برادری کے لوگ برابر یہ کہتے چلے آرہے ہیں کہ پولینڈ میں سیاسی تجربوں کی آزادی کی اجازت دے دینی چاہیے۔ غالباً آزاد مزدور تنظیم سالیڈیرٹی کو امریکہ کی براہ راست یا بالواسطہ امداد اور حمایت نے اس تحریک کے حوصلے بڑھا دیئے ہیں جس کی وجہ سے اس طبقہ میں اب یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ اپنی تنظیم کو کمیونسٹ پارٹی کی بالادستی سے آزاد کرالیا جائے، چنانچہ پولینڈ کی حکومت نے اس تنظیم کو اپنے لئے چیلنج سمجھ کر کسی حد تک اس کے اپنے رویہ میں لچک پیدا کردی لیکن موجودہ مراعات پر اکتفا نہ کرتے ہوئے اس تنظیم کے انتہا پسند لیڈروں نے کھلم کھلا اپنے کو کمیونسٹ پارٹی کی بالادستی سے آزادی اور ہڑتال کا حق اور ہفتہ میں دو دن کی چھٹی، مزید برآں کارخانوں میں منیجروں کی تقرری اور برطرفی میں مزدور یونین کی مرضی کو فوقیت دی جائے اور نظام حکومت کو بھی بدلا جائے، وغیرہ کا حق مانگ رہے ہیں، لیکن ملک کی تباہ کن معاشی واقتصادی حالت کے پیش نظر حکومت مزید اپنے لئے درد سر کا سامان فراہم کرنا نہیں چاہتی جس سے وہ آجکل بری طرح دوچار ہے۔

یوں تو دونوں بڑی طاقتیں ایک دوسرے کو اس سلسلہ میں مورد الزام ٹھہرا رہی ہیں لیکن جہاں تک حقیقت کا تعلق ہے دونوں ہی پولینڈ کے اندرونی حالات کی ذمہ دار ہیں، اگرچہ نظریاتی اعتبار سے دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لیکن راستہ ایک ہے، جہاں تک سوویت یونین کا تعلق ہے اس نے پولینڈ میں رونما ہونے والے واقعات پر تفصیلی بیان دیتے ہوئے یہ کہا تھا کہ امریکہ تیئیس برس سے برابر اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ پولینڈ کو سوویت بلاک سے الگ کردیا جائے اور کمیونزم کا رخ پشت کی طرف کردیا جائے۔ کمیونسٹ پارٹی کے ترجمان پراودا نے اپنی ایک اشاعت میں لکھا ہے کہ دس ہزار سے زاید پولینڈ میں رہنے والے امریکی شہری امریکہ کے سرگرم جاسوس ہیں، اور یہ بات امریکی ذمہ داران کے بیانات سے واضح ہوچکی ہے کہ آزاد مزدور تنظیم سالیڈیرٹی کو امریکہ سے بالواسطہ یا بلاواسطہ امداد وحمایت کسی حد تک حاصل ہوتی رہی ہے جس کی وجہ سے یہ تنظیم دوسرے سوشلسٹ ملکوں کے مزدوروں کو بھی اپنی جیسی تحریک چلانے پر اکساتی رہی ہے، سوویت یونین اور اس کے بلاک کی حکومتوں کے خیال میں یہ گھناؤنی حرکت مشرقی یورپ میں سوشلزم کو کمزور کرنے اور کمیونسٹ ملکوں کو پریشان کرنے، اور پولینڈ حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کی تھی تاکہ عظیم لینن کے انقلاب کو ناکام بنایا جاسکے۔ اور امریکہ کی معاشی ناکہ بندی کی بابت ان کا کہنا یہ ہے کہ پولینڈ کی قانونی طور پر تشکیل پانے والی حکومت کے خلاف کمیونسٹ دشمن اور انقلاب دشمن طاقتوں کو صف آرا کرنا ہے، لیکن امریکہ کا کہنا ہے کہ پولینڈ میں رونما ہونے والے واقعات کا ذمہ دار خود روس ہے جو کہ اس کے کھلے اور پوشیدہ دباؤ کا نتیجہ ہے۔ مزید برآں وہ پوسٹر جن کے ذریعہ پولینڈ میں مارشل لا کا اعلان کیا گیا، گذشتہ ستمبر کو سوویت یونین میں چھاپے گئے تھے، کچھ اس قسم کا بیان فرانسیسی وزیر اعظم پیئری ماؤرائے نے بھی دیا کہ پولینڈ کی موجودہ صورت حال میں روس کی مداخلت ایک حقیقت ہے۔ جاپان کے وزیر خارجہ مسٹر یوشیو شاکو پاؤ جی نے کہا ہے کہ یہ بات جاپان کی حکومت کے ذہن میں ہے کہ پولینڈ کی موجودہ صورت حال روس کی حمایت سے ابھری ہے۔ اسی طرح امریکہ میں سیاسی پناہ حاصل کرنے والے پولینڈ کے جاپانی سفیر مسٹر رورارز نے کہا کہ وہ اب مارشل لا حکومت کی نمائندگی کرنے سے معذور ہیں کیونکہ پولینڈ کی موجودہ صورت حال، روس کے اثرات سے پاک نہیں اور امریکہ میں رہ کر پولینڈ کی موجودہ حکومت کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھیں گے۔

دوسری طرف سالیڈیرٹی تحریک جسے ممنوع قرار دیا جا چکا ہے۔ فوجی حکومت نے ایک کروڑ ممبروں کے خلاف تطہیر کی مہم چلا رکھی ہے اور ابتدا دانشوروں اور سرکاری مزدوروں سے کیا ہے۔ گرفتاریوں کے بارے میں بھی مختلف خبریں آئی ہیں بعض اطلاعات کے مطابق ایمرجنسی کے بعد دو ہزار تعداد تھی لیکن کچھ خبروں سے یہ تعداد ایک لاکھ تک بتلائی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ مختلف جگہوں پر تصادم سے کثیر تعداد میں جو لوگ مرے اور زخمی ہوئے اس کا اثر یہ ہوا کہ پولینڈ کی کمیونسٹ پارٹی سے بڑی تعداد میں لوگ علیحدگی اختیار کر رہے ہیں کہا جاتا ہے کہ مارشل لا کے نفاذ سے پارٹی میں برابر بیزاری بڑھتی جارہی ہے۔ اور لوگ اپنی رکنیت کے کارڈ ردی ٹوکریوں میں پھینک رہے ہیں، یوں تو پولینڈ میں جب سے کمیونسٹ حکومت قائم ہوئی اسی وقت سے وہ سخت معاشی بحران سے دوچار ہے اور یہی حال تقریباً سبھی کمیونسٹ ملکوں کا ہے چنانچہ اس سلسلہ میں اس نظام کے خلاف آوازیں بھی اٹھتی رہی ہیں، اگر بعض ایشیا اور یورپی ممالک میں غریب اور جفاکش مزدوروں کا استحصال نہ ہوتا تو شاید اس نظریہ کا کبھی جنازہ نکل گیا ہوتا، جون ۱۹۵۶ء میں پولینڈ کے ہزاروں مزدوروں نے ہمیں روٹی چاہیئے، ہمیں آزادی چاہیئے کا نعرہ لگایا تھا جس سے ایک ہنگامہ کھڑا ہوگیا تھا اور اس نظام کی چولیں ہل گئی تھیں۔ اسی طرح ۱۹۷۰ء میں بھی پولینڈ کی کمیونسٹ حکومت کو مزدوروں کے سامنے جھکنا پڑا لیکن موجودہ انتشار کچھ نتیجہ خیز اور دیرپا ہی معلوم ہوتا ہے فیصلہ جو کچھ بھی ہو لیکن کمیونسٹ بلاک کے آقاؤں اور اس کے فرسودہ نظام کے لئے یہ ایک چیلنج ہے غالباً سرخ انقلاب نے غریب اور محنت کش طبقہ کو جاگیرداری اور سرمایہ دارانہ نظام سے یہ کہکر چھٹکارا دلایا تھا کہ انسان کو فکرو ضمیر کی آزادی نہیں بلکہ پیٹ بھرنے کے لئے ایک ٹکڑے خشک روٹی کی ضرورت ہے، اور اب تک یہ انقلاب اسی پر قائم ہے لیکن ان دونوں کمیونسٹ ملکوں میں جس طرح بروز بر انسانیت کا استحصال ہو رہا ہے اس سے

(بقیہ [illegible] پر)

قابل تقلید نمونہ

ملّی امدادی سوسائٹی، بہرائچ

نیپال کی سرحد پر واقع ضلع بہرائچ کی "ملی امدادی سوسائٹی" اب محتاج تعارف نہیں رہی۔ اس ادارہ نے آٹھ نو سال کے قلیل عرصہ میں جن ٹھوس بنیادوں پر کام کیا ہے اور کر رہی ہے وہی اس کی شہرت کا سبب ہے، اس ادارے میں جن قومی اور دینی رہنماؤں کے اب تک قدم پہنچ چکے ہیں ان میں مولانا انظر شاہ کشمیری، مولانا سید احمد ہاشمی ایم۔ پی، مولانا اسعد مدنی، ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی، مولانا صدیق احمد باندوی، جناب حافظ اکرام احمد خاں صاحب، مسٹر ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ، مولانا محمود الحسن صاحب (ناظم دینی تعلیمی کونسل اتر پردیش)، مولانا محمد ہاشم فرنگی محلی، مرحوم مولانا اسحاق جلیس ندوی، مولانا افضال الحق قاسمی (ناظم اعلیٰ دینی تعلیمی بورڈ) مولانا وحید الزماں صاحب اور مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی دامت برکاتہم (ناظم ندوۃ العلماء، لکھنؤ) سرفہرست ہیں۔

ان رہنماؤں نے اس ادارہ کے متعلق جن تأثرات کا اظہار کیا ہے وہ "اکابرین ملت کے تأثرات" کے نام سے ادارے کی جانب سے ایک کتابچہ کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ ہم یہاں انہی کتابچہ کے کچھ اقتباسات نقل کرتے ہیں تاکہ ادارے کی اہمیت کا اندازہ کیا جا سکے۔

مولانا انظر شاہ کشمیری استاذ دارالعلوم دیوبند نے ۲۶ مئی ۷۸ء ادارہ کو دیکھنے کے بعد فرمایا تھا کہ:-

"بہرائچ کی یہ ملی امدادی سوسائٹی اگرچہ ابھی ابتدائی منزلوں میں ہے مگر مجھے کارکنوں کے اخلاص، ان کی مستعدی اور ایک خاص لگن سے توقع ہے کہ خدا تعالیٰ بہت جلد اس مفید ادارے کو ایک ایسی مضبوط اور مستحکم تنظیم بنا دیں گے جو مسلمانوں کی پسماندگی اور زبوں حالی میں ان کی بہترین خادم و معاون ہوگی۔"

مولانا اسعد مدنی ۳ دسمبر ۷۸ء کو فرمایا کہ:-

"اس قلیل عرصہ میں ملی امدادی سوسائٹی نے باوجود مشکلات کے جو ترقی کی ہے اسے معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی۔"

مولانا سید احمد ہاشمی نے ۱۷ جولائی ۸۰ء کو فرمایا:-

"معاشی اعتبار سے اس پس ماندہ علاقہ میں اقتصادی تعمیر کا ملی سوسائٹی کے حضرات بہت بڑا کام کر رہے ہیں۔"

مولانا افضال الحق قاسمی صاحب فرماتے ہیں کہ:-

"چار سال کے اس قلیل عرصہ میں اس ادارے نے جو کام کیا ہے وہ قابل دید اور قابل تقلید ہے۔"

۱۳ مئی ۸۰ء کو مرحوم مولانا اسحاق جلیس ندوی (ایڈیٹر ہفت روزہ تعمیر حیات) نے فرمایا تھا کہ:-

"دین، تعلیم، معاش، اس تثلیث کو توحید میں ڈھال کر ملت مسلمہ دینی اور دنیوی فلاح و بہبود کا کام کرنے والے ایک تاریخ ساز کارنامہ انجام دیں۔ ملی سوسائٹی بہرائچ انہی بنیادوں پر کام کر رہی ہے۔"

ڈاکٹر محمد اشتیاق حسین قریشی نے ۴ جون ۸۰ء کو فرمایا کہ:-

"اس سے ہزاروں خاندانوں کا معاشی مسئلہ حل ہوا ہے اور یہ پُرخلوص جد و جہد کرنے والوں کا عظیم کارنامہ ہے اور ملت کے لئے کام کرنے والوں کے لئے بہترین نمونہ۔"

۲۴ فروری ۱۹۸۰ء کو جناب حافظ اکرام احمد خاں صاحب اور مسٹر ظفریاب جیلانی ایڈوکیٹ فرماتے ہیں کہ:-

"ہم لوگ اخبارات میں اس کی کارگزاری دیکھتے تھے اور جتنا ہم لوگ اندازہ کرتے تھے اس سے کہیں زیادہ ہم نے یہاں آ کر کام دیکھا۔"

مولانا وحید الزماں صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے ادارے کو دیکھ کر فرمایا کہ:-

"دیوبند کا مسلم فنڈ اگرچہ اپنے سرمایہ اور پھیلاؤ کے لحاظ سے کافی وسیع اور ترقی یافتہ ہے لیکن اس ادارے نے تانبہ پیتل کے برتن پر قرض دے کر اپنے دائرۂ خدمت کو وسیع تر کر دیا ہے۔"

مولانا ہاشم میاں فرنگی محلی ۱۸ جنوری ۸۱ء کو فرماتے ہیں کہ:-

"ملی سوسائٹی کا جو عملہ کام کر رہا ہے وہ ملازموں کی طرح نہیں ہے بلکہ ایک سچے مسلمان کی حیثیت سے ملت اور انسانیت کی خدمت کے جذبہ کے ماتحت بڑی تندہی، احساس ذمہ داری اور دیانت داری سے فرائض انجام دے رہا ہے۔ (آگے لکھتے ہیں کہ) سوسائٹی کے ذمہ داران اور ان کے معزز رفقاء کار کی اسلامیت، اخلاص، جذبۂ خدمت اور لگن اور ان کی دیانت اور خوش معاملگی نے اس ادارے کو بلند مقام پر پہنچا دیا ہے۔"

مولانا قاری صدیق احمد صاحب باندوی فرماتے ہیں کہ:-

"سوسائٹی کی خدمات دیکھ کر حیرت ہوئی کہ اتنی قلیل مدت میں سوسائٹی نے کیسے کیسے اہم کام انجام دیے۔ ضرورت ہے کہ اس کو نمونہ بنا کر ہر ضلع میں اس قسم کی سوسائٹی قائم کی جائے۔"

حضرت مولانا علی میاں ندوی ستمبر ۷۹ء کے اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"ملی سوسائٹی کے ذریعہ جو قابل قدر کام آپ انجام دے رہے ہیں اس کی دل سے قدر ہے۔"

لیکن جب حضرت مولانا علی میاں ندوی ۱۲ نومبر ۸۱ء کو بہرائچ تشریف لیجاتے ہیں تو تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"الحمد للہ! ملی امدادی سوسائٹی بہرائچ کی کارگزاری اور اس کی خدمات کا ذکر برسوں سے سنتا تھا۔ سوسائٹی کے ذمہ داروں و کارکنوں نے کئی بار بہرائچ آنے اور اس کے طریقۂ کار اور اس کی پیش رفت کو قریب سے دیکھنے کی دعوت بھی دی لیکن ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے۔ باوجود دلی قدردانی اور اس کی افادیت پر یقین کے یہ ناچیز اس سے پہلے وقت نہ نکال سکا۔ الحمد للہ پندرہویں صدی ہجری کے بالکل ابتدا میں ۲۴ محرم الحرام ۱۴۰۲ھ مطابق ۱۲ نومبر ۸۱ء کو سوسائٹی کے ذمہ داروں کی دعوت پر جنہوں نے اس ادارے کے معائنہ اور اس کے کارکنوں کے ساتھ بیٹھنے اور معلومات کرنے کے علاوہ "پیام انسانیت" کے بڑے جلسے کا انتظام بھی کیا تھا، سوسائٹی کے دفتر میں بیٹھ کر اور اس کے مختلف شعبوں کو بچشم خود دیکھ کر اس کی کارگزاری اور فیض رسانی کا گویا عینی شاہد ہوا۔ میرا شروع سے خیال ہے کہ اس وقت اس ملک میں مسلمانوں کے باعزت طریقہ پر رہنے کی صورت یہی ہے کہ وہ جابجا ایسے ادارے قائم کریں۔ مسلمانوں کو سود کی لعنت سے بچانے کے ساتھ چھوٹے موٹے کاروبار کرانے مفید اور موجب اجر کے کام کریں۔ اب ضرورت ہے کہ اسی نمونہ کی سوسائٹیاں ہندوستان میں جابجا قائم ہوں۔ میں نے ذمہ داروں سے استدعا کی ہے کہ اس کے لئے ملک کا دورہ کریں۔ جہاں کہیں ایسے ادارے قائم ہیں ان کو دیکھیں اور ان کے تجربے سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے تجربات سے ان کو مستفید کریں۔ امید ہے کہ یہ ادارہ اور ترقی کرے گا اور اگر زندگی رہی اور دوبارہ آنا ہوا تو اس کو اور وسیع تر اور ترقی یافتہ دیکھ کر مسرت ہوگی۔"

واضح رہے کہ جولائی ۷۳ء میں قائم ہونے والے اس ادارے نے اب تک ایک کروڑ اسّی (۸۰) لاکھ روپیہ تقریباً ساڑھے گیارہ ہزار افراد کو بلاسودی قرض کے روپ میں صرف دیا ہے بلکہ اپنے ملی شفاخانوں کے ذریعہ بیسوں ہزار مریضوں کو دوائیں بھی تقسیم کی

ہیں۔ اس کے زیر انتظام بچیوں کا ایک عربی مدرسہ بھی چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ حجاج کرام کے فارموں کو مکمل کرانا، لاوارث میتوں کی تجہیز و تکفین، غریب و نادار مظلوم افراد کی امداد، مسافروں کی مدد، ذہین و یتیم طلبہ کو وظائف و ہر طرح کے دینی و ملی کاموں میں مدد دے کر ملت کو اونچا اٹھانے کا کام یہ ادارہ کر رہا ہے۔ اسی ادارہ کی جد و جہد و کاوش سے مشرقی اضلاع میں نہ صرف بیسوں سوسائٹیاں قائم ہوئیں بلکہ بلاسودی اداروں کی تنظیم "آل انڈیا اقتصادی کونسل" کا وجود بھی انہیں کی کوششوں سے ہوا، اور ضلعی سطح پر ۱۹۸۱ء کی مردم شماری میں اس نے جو جد و جہد اور کوشش کی، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہرائچ اردو ضلع قرار پایا۔ ضلع میں انجمن تعلیمات دین کا کام نئے جوش سے شروع ہوا۔ مولانا علی میاں ندوی مدظلہ کی تحریک "پیام انسانیت" کے متعدد جلسے اسی نے کرائے تاکہ ضلع میں آپسی اتحاد و اتفاق قائم رہے۔ یہ مختصر کارگزاری سوسائٹی کی جانب سے شائع ہونے والے پمفلٹوں، کتابچوں، اخبارات میں شائع ہونے والی مختلف رپورٹوں اور سوسائٹی کے ذمہ داران سے تفصیلی گفتگو کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ اس مختصر کارگزاری سے اور قومی و دینی رہنماؤں کے ان تأثرات سے اس کے کام و دیگر پروگرام اور ادارے کی اہمیت کو نہیں سمجھا جا سکتا۔ نزدیک سے دیکھ کر ہی جانا اور سمجھا جا سکتا ہے۔

اس وقت یہ سوسائٹی اپنے تیرہ نکاتی پروگرام کو چلانے کے لئے اپنی پانچ منزلہ عمارت "ملی کامپلکس" کی تعمیر کر رہی ہے۔ جس کی تین منزلیں مکمل ہو چکی ہیں اور جس پر اب تک پانچ لاکھ روپیہ صرف ہو چکا ہے۔ سکریٹری سید وصی الدین اور اس کے صدر ماسٹر نعیم اللہ نے بتایا کہ دو منزلیں مزید مکمل کرنے میں ابھی تین لاکھ روپیہ کی ضرورت ہے۔ انھوں نے یہ بھی بتایا کہ اس پانچ منزلہ عمارت کے مکمل ہونے پر اس کی آمدنی سوا لاکھ روپیہ سالانہ ہوگی۔ ان کے اس تیرہ نکاتی پروگرام اور اس کی تفصیل سوسائٹی کے کتابچہ "اپنا خط اپنے نام" کو حاصل کر کے جانی اور سمجھی جا سکتی ہے۔

اس تیرہ نکاتی پروگرام کو چلانے دو منزلوں کی تعمیر اور قوم کو سود کی لعنت سے بچانے کے لئے آپ بھی مندرجہ ذیل طریقہ اپنا کر اس کار خیر میں حصہ لے سکتے ہیں۔

کھاتہ زر قسط:

یہ پانچ سالہ کھاتہ ہے جو پانچ روپیہ ماہوار سے لے کر جس قدر وسعت ہو کھولا جا سکتا ہے۔ اسی کھاتہ پر یہ ادارہ بلاسودی قرض دیتا ہے۔

کھاتہ مدتی:

ایک سال سے لے کر پانچ سال تک کا مدتی کھاتہ کھول کر تعمیری کاموں میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔

کھاتہ امانت:

اس میں چار آنے سے لے کر ہزاروں روپیہ جمع کر سکتے ہیں اور جب چاہیں نکال سکتے ہیں۔

قرض:

ملی کامپلکس کی تعمیر میں ایک سال سے پانچ سال تک کے لئے اپنی رقم بطور قرض دے کر تعاون کر سکتے ہیں۔

ملّی سوسائٹی کی اپیل

"ملی سوسائٹی" آپ کا اپنا ادارہ ہے۔ یہ کسی فرد، جماعت اور خاندان کی ذاتی ملکیت نہیں۔ قوم کے ہر فرد کا اس پر اتنا ہی حق ہے جتنا سوسائٹی کے ذمہ داران اور کارکنان کا۔ آپ بھی ادارے کے ساتھ تعاون کریں اور اسکے تعمیری کاموں میں ہاتھ بٹائیں، سود کی لعنت سے خود بچیں اور دوسروں کو بھی بچائیں۔

منجانب: اراکین ملّی امدادی سوسائٹی، بہرائچ

مشرق کا وینس جزائر مالدیپ

جزائر مالدیپ ایک جنّاتی شہر ہے یوں کہیے کہ یہ استوائی وینس ہے۔ یہاں پہونچ کر آپ کو گمان ہوگا جیسے جزائر مالدیپ کی آبی گذرگاہوں کی چوڑائی کا اندازہ فٹوں میں لگانا ممکن نہیں۔ یہ چوڑائی میلوں میں ناپی جاتی ہے۔ جزائر کا یہ مجموعہ بحر ہند میں سری لنکا سے چار سو میل جنوب مغرب میں واقع ہے۔ جزائر مالدیپ کی تعداد بارہ سو سے ہے اور اس کے الگ الگ انیس مجموعے ہیں جن کا رقبہ ایک سو پندرہ مربع میل سے کچھ زائد ہے۔

یہ جزائر بڑے سرسبز ہیں اور ریتیلے ساحل پر ناریل کے بلند قامت درخت لہراتے ہیں۔ سب سے بڑے جزیرہ کا نام گنگ ہے۔

اس میں ہمارا حکومت مالے ہے تمام جزیرے ہموار ہیں اور ان میں سے کسی کی بھی سطح مرتفع سمندر سے دس فٹ سے زیادہ بلند نہیں، اور کوئی بھی جزیرہ رقبہ میں پانچ مربع میل سے زیادہ نہیں ہے۔ تمام جزائر میں ہریالی ہے۔ استوائی خطہ میں جو جھاڑیاں درخت اور گھاس اگتی ہے اس کی یہاں بڑی بہتات ہے۔ پھلوں اور ناریل کے درخت بھی بڑی فراوانی سے پائے جاتے ہیں۔ آب و ہوا گرم اور مرطوب ہے۔ درجہ حرارت ۸۰ ڈگری فارن ہیٹ اور فضا میں نمی کا تناسب اسی سے سو فیصد رہتا ہے۔ جون و اگست اور نومبر مارچ میں ذرا بارش ہوتی ہے۔ بارش کا سالانہ اوسط ان جزائر کے شمال میں سو انچ اور جنوب میں ڈیڑھ سو انچ رہتا ہے۔

دارالحکومت مالے کے سوا دوسرے تمام جزائر میں آبادی زیادہ گھنی نہیں۔ پورے علاقے کی کل آبادی ایک لاکھ ۶۱ ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ البتہ مالے بہت گھنا آباد ہے۔ صرف ایک مربع میل علاقے میں ۴۵ ہزار لوگ رہتے ہیں۔ یہ مجمع الجزائر قدرتی حسن کا شاہکار معلوم ہوتا ہے۔ ناریل کے لمبے لمبے درخت سمندر پر جھکے ہوئے بہت ہی دلفریب لگتے ہیں۔ سمندر نیلا اور شفاف ہے جس میں رنگ برنگ کی مچھلیاں تیرتی پھرتی ہیں۔ کچھوؤں کی بھی بہت کثرت ہے۔

عام خیال ہے کہ مالدیپ کو دو ہزار سال قبل ہندوستان نژاد لوگوں نے آباد کیا جو بودھ مذہب کے ماننے والے تھے۔

یہاں پہلی اسلامی حکومت ۱۱۵۳ء میں قائم ہوئی جس کا تسلسل جاری رہا۔ تاہم سولہویں صدی میں پرتگالیوں نے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ انھیں بہت جلد نکال باہر کیا گیا۔ ۱۸۸۷ء میں جزائر مالدیپ برطانیہ کے زیر سرپرستی علاقہ بن گیا۔ برطانیہ کو دارالحکومت مالے میں تو کبھی عمل دخل نہیں رہا۔ تاہم انھیں جزیرہ گان میں برطانوی فضائیہ کا اڈہ قائم کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ بعد میں جزائر پر سلطان مالدیپ کا اقتدار قائم رہا۔ ۱۹۵۳ء میں امین دیدی نے جزائر مالدیپ کو جمہوریہ بنایا لیکن یہ جمہوریہ زیادہ دیر قائم نہ رہی۔ بہرحال ۱۹۶۸ء میں جمہوریہ قائم ہوئی وہ آج تک برقرار ہے۔

جزائر مالدیپ میں تعمیر و ترقی کا دور ۱۹۷۵ء کی آخری دہائی میں شروع ہوا۔ اب یہاں ایک سٹیلائٹ ارتھ اسٹیشن بھی قائم ہے۔ یہ مئی ۱۹۷۷ء میں مکمل ہوا تھا۔ مالدیپ کی اپنی فضائی کمپنی ہے ۱۹۷۸ء میں اسے عالمی بنک کا رکن بنایا گیا اور [illegible] قائم کر دیا گیا ہے۔ مالدیپ ہمیشہ آزاد رہا ہے اس لیے اس کے استحکام و دفاع پر نو آبادیاتی نظام کا کوئی اثر نہیں ہے اور نو آبادیاتی نظام سے آزادی کے بعد جو خلفشار رہا جابجا مغربی ایشیا کے ممالک میں نظر آتا ہے مالدیپ پر اس کی چھاپ نہیں ہے۔ اس پر غیر ملکی کمپنیوں کا بھی کبھی تسلط نہیں ہے۔ اس نے اپنے وسائل کے خود ہی عملی تلاش کیے ہیں۔ اس کی اپنی جہاز رانی کمپنی ہے۔

مالدیپ کے ماہی گیروں کی زندگی بڑی محنت کی ہے۔ صبح تین بجے وہ بیدار ہو جاتے ہیں سورج نکلنے سے پہلے ہی ان کی کشتیاں سمندر میں شکار کے لیے روانہ ہو جاتی ہیں۔ واپسی سہ پہر تین بجے یا پھر مغرب کے بعد ہوتی ہے۔ ایک ماہی گیر کی اوسط آمدنی تقریباً پونے دو سو روپے ماہانہ ہے۔ عام لوگ مطمئن تو ہیں لیکن انھیں آسائشیں اور راحتیں حاصل نہیں ہیں۔ دارالحکومت مالے میں حالات مختلف ہیں یہیں ملک کی ۲۵ فیصد آبادی بھی رہتی ہے۔ مالے کے ۷۰ فیصد عوام کو بجلی کی سہولت فراہم ہے جبکہ دوسرے جزائر میں صرف تین فیصد لوگوں کو یہ سہولت حاصل ہے۔ مالے میں دوکانوں پر کام کرنے والوں کی اوسط آمدنی ماہانہ دو سو روپے ہے۔ کھانا انھیں دوکان کا مالک فراہم کرتا ہے۔ بنک کے کلرک کی آمدنی ماہانہ کم از کم سوا پانچ سو روپے ہے معمار اور دوسرے کاریگر تو چھ سات روپے تک روزانہ کما لیتا ہے مالے اگرچہ

(بقیہ صفحہ پر)